عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN
قیمت: ۱۰ روپے
جلد: ۳۵ | ۲۷رشوال تا ۳رذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷راگست ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۲۹

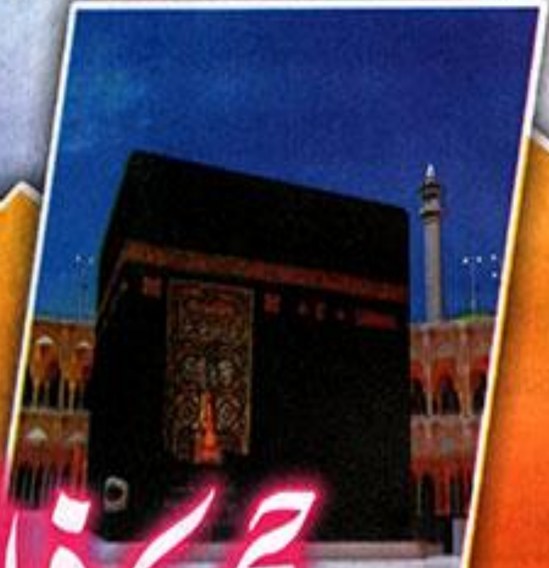

حج کے فرائض و آداب

کوہ طور کی تاریخ اور اُس کا سفر

دہشت گردی اور عقیدتوں کا مرکز

کچھ قرینے بھی ہوتے ہیں حصول دادکے

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

قرض کی ادائیگی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

درج ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں:

س:... بھائی ضیاء نے بھائی عرفان کو ایک گاڑی کیش رقم سے خرید کر کے قسطوں پر فروخت کردی، جس کی ادائیگی طے ہوئی کہ رقم ۱۱ ماہ کی اقساط میں ادا کی جائے گی اور بڑی آخری رقم مبلغ ۲۰ لاکھ ۴۰ ہزار ۱۲ ویں ماہ ادا کرنا ٹھہری۔ ۱۰ ماہ کی ادائیگی ہوئی لیکن آخری رقم کی ادائیگی کرنے سے عذر کیا گیا ہے بوجہ کاروبار میں نقصان ہونا..... بھائی عرفان کو بھائی ضیاء نے خاطر خواہ مہلت دی جو عرصہ تقریباً ۱۰ ماہ ہے (۱۵/اپریل ۲۰۱۵ء تا جنوری ۲۰۱۶ء تا حال) سوال یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ مقروض کو کب تک مہلت دینا چاہئے؟

ج:...... مقروض اگر تنگدست ہو اور ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود اس کے پاس قرضہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو قابل برداشت حد تک اس کو مہلت دینی چاہئے تاکہ وہ بآسانی قرضہ ادا کرنے کا بندوبست کرسکے۔ احادیث میں ایسے موقع پر مہلت دینی کی بڑی فضیلت آئی ہے، لیکن مقروض اگر اتنا مجبور نہ ہو بلکہ اس کے پاس قرضہ ادا کرنے کی کوئی معقول صورت ہو تو ایسی صورت حال میں اس کو مہلت دینا ضروری نہیں بلکہ قرض دہندہ کے لئے اس سے قرض کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہے اور مقروض کا شرعاً و اخلاقاً یہ فرض بنتا ہے کہ وہ جلد سے جلد اس کی ادائیگی کا انتظام کرے، اگرچہ اس کے لئے اپنے گزر بسر میں ہر قسم کی تنگی و ترشی برداشت کرنی پڑے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ذمہ قرض ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تمام مال فروخت کردیا تاکہ قرض ادا کردیا جائے حتی کہ وہ صحابی رضی اللہ عنہ خالی ہاتھ رہ گئے، ان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”وروی ان معاذاً یدان فاتی غرمائہ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فباع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مالہ کلہ فی دینہ حتی قام معاذ بغیر شیئی۔“

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

”عن عبداللّٰہ بن ابی ربیعۃ قال: استقرض منی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اربعین الفا فجاءہ مال فدفعہ الی وقال: بارک اللّٰہ تعالیٰ فی اہلک و مالک انما جزاء السلف الحمد والاداء۔“

(مشکوٰۃ، ص:۲۵۳، ج:۱، باب الافلاس، الفصل الثالث)

بُری موت سے بچنے کا ایک نبوی نُسخہ

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن نعمانؓ کی بینائی جاچکی تھی، انہوں نے اپنی نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک ایسی رسی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر دروازے تک جاتے اور خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جاکر مسکین کو دے آتے ہیں، وہ فرماتے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بُری موت سے بچاتا ہے۔“ (حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص:۲۳۴)

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۵ — ۲۷ر شوال تا ۳ر ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم تا ۷ر اگست ۲۰۱۶ء — شمارہ:۲۹

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

ڈاکٹر شبیر الدین علوی کی رحلت	محمد اعجاز مصطفیٰ	۵
حج کے فضائل و آداب	مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ	۷
کوہ طور کی تاریخ اور اس کا سفر	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری	۱۱
مجدد تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ	مولانا سید محمد زین العابدین	۱۴
کچھ قرینے بھی ہوتے ہیں حصول داد کے	پروفیسر عبدالواحد سجاد	۱۶
کیا ریاست کسی کو کافر قرار دے سکتی ہے؟	مولانا زاہد الراشدی	۱۸
خانہ ساز نبوت کے راہی (۲)	خالد محمود، سابق یوکے لندن	۲۰
نئی حکمت عملی کی ضرورت	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۲۲
دہشت گردی اور عقیدتوں کا مرکز	مولانا محمد حنیف جالندھری	۲۶

زر تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

احادیثِ قدسیہ

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

شرک اور الحاد

۶:......حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شرکاء کے شرک کی بے نیازی سے زیادہ بے پرواہوں، جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس عمل میں میرے غیر کو شریک کرلیا تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

۷:......حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری روایت میں ہے: جس شخص نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کرلیا تو میں اس سے بیزار ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے کیا گیا، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ شرک ایسی بری چیز ہے کہ مخلوق میں سے بھی کوئی پسند نہیں کرتا اور جب مخلوق پسند نہیں کرتی تو میں تو خالق ہوں مجھ کو شرک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

۸:......حضرت شداد بن اوسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس کسی کو بھی میرے ساتھ شریک کیا جائے میں ان تمام شرکا میں سے بہتر اور اعلیٰ ہوں، جس نے میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو اس کے تمام عمل خواہ قلیل ہوں یا کثیر سب اس شریک کے لئے ہیں جس کو میرے ساتھ شریک کیا اور اس میں اس شخص سے بے پرواہ اور بے نیاز ہوں۔ (طبرانی، احمد)

یعنی اگر کسی کو میرے ساتھ شریک کیا تو وہ میری مخلوق سے ہوگا اور لامحالہ میں اس سے بہتر اور برتر ہوں۔ بہتر کے ساتھ کمتر کو شریک بنانا کس قدر ظلم ہے۔

۹:......حضرت ضحاکؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمام شرکا میں سے بہترین شریک ہوں، جس شخص نے میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو وہ شریک ہی کے لئے ہے، اے لوگو! اپنے اعمال میں خلوص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے کیا جائے جب کوئی کام کیا کرو تو یہ نہ کہا کرو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ ناتے کے لئے ہے، اگر ایسا کہو گے تو وہ عمل اللہ کے لئے نہ ہوگا، رشتے ناتے ہی کے لئے ہوگا اور نہ کسی عمل میں یہ کہا کرو کہ اتنا تو اللہ کے لئے اور اتنا ہماری خاندانی عزت کے لئے ہے اگر ایسی تقسیم کرو گے تو وہ تمہاری عزت کے لئے ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس میں کچھ نہ ہوگا۔ (بزار)

رحم اصل میں تو بچہ دانی کو کہتے ہیں لیکن اس سے گود، پیٹ کی رشتہ داریاں مراد ہوتی ہیں، زمانہ جاہلیت میں خاندان اور برادری کا بہت پاس ہوتا تھا، یہاں تک کہ نیک کاموں اور صدقہ خیرات میں انہوں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا تھا کہ خیرات کی رقم کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک حصہ برادری اور خاندان کی عزت کے لئے مقرر کرلیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داروں اور خاندان کی عزت کو شریک کرو گے تو یہ صدقہ خیرات برادری کے لئے ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

نماز

عمل شریعت کا پہلا اور بنیادی رکن

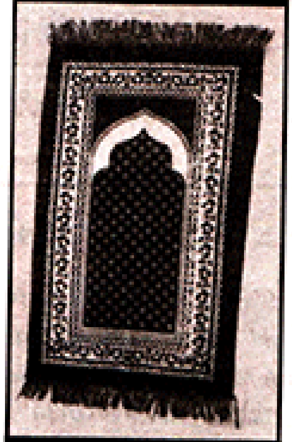

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

مسائل طہارت

س:......شرعی ضرورت کے اعتبار سے انسان کو جیسے کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے ایسے ہی پیشاب پاخانے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

ج:......اس کے لئے اصطلاح میں قضائے حاجت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

س:......کیا قضائے حاجت کے بعد شریعت نے کوئی حکم دیا ہے؟ اور اسے اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

ج:......قضائے حاجت کے بعد وہ دونوں مقام ظاہری اعتبار سے ناپاک قرار دیے جاتے ہیں اور انہیں پاک کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے، اصطلاح میں اسے استنجا کہتے ہیں۔

س:......کن کن چیزوں سے استنجا کرنے کی اجازت ہے؟

ج:......استنجا کرنے کے لئے شریعت نے مٹی کے ڈھیلے، اس مقصد کے لئے بنائے گئے کاغذ (جسے ٹشو ٹوائلٹ پیپر کہا جاتا ہے) یا گتے کے ٹکڑوں سے اور پانی سے استنجا کرنے کی اجازت ہے۔

س:......کیا ان تمام چیزوں کا ایک ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے یا کسی ایک چیز سے بھی یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے؟

ج:......اس میں درج ذیل تفصیل ہے: پانی کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں عام حالات میں ان میں سے کسی ایک چیز کا استعمال بھی جائز ہے، جس کے بعد پانی کے استعمال کی ضرورت نہیں رہتی، لیکن اگر پانی بھی استعمال کرلیا جائے تو صفائی اور پاکیزگی کے حوالے سے انتہائی مناسب ہے اور ان تمام چیزوں کے بغیر صرف پانی کا استعمال بھی جائز ہے، البتہ اگر پاخانہ خشک نہ ہو، پتلا اور گیلا ہو اور فراغت کے بعد پھیل جاتا ہو تو ایسی صورت میں پانی کا استعمال لازمی اور ضروری ہے۔

س:......کیا ان چیزوں کے استعمال سے پہلے فارغ ہونے کے بعد شریعت کسی احتیاط کو بتلاتی ہے؟

ج:......جی ہاں! شریعت یہ احتیاط بتلاتی ہے کہ فارغ ہونے والے کو قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد استنجا سے پہلے اتنا اطمینان ضرور کرلینا چاہئے کہ اب مزید پیشاب کا کوئی قطرہ یا پاخانے کا کچھ حصہ نہیں نکلے گا۔

س:......کیا استنجا سے پہلے احتیاط کی کچھ صورتیں شریعت نے متعین کی ہیں؟

ج:......نہیں، شریعت نے صرف اتنی بات کہی ہے کہ استنجا کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کرلیا جائے کہ اب مزید کوئی قطرہ وغیرہ نہیں آئے گا، البتہ طبی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ پیشاب کی نالی کے نیچے ایک رگ ہوتی ہے، اس پر آہستہ سے انگلی پھیری جائے تو اگر کچھ قطرات رکے ہوئے ہوں گے تو وہ نکل آئیں گے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ڈاکٹر شہیر الدین علویؒ کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا ہے، اپنی مقرر کردہ مدت مکمل کرنے کے بعد آخر اسے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ اگر اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو وہ ہستیاں اس کی زیادہ لائق تھیں جو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز تھیں، جن سے ہزاروں نہیں لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی ہدایت و راہنمائی وابستہ تھی، جب وہ نہیں رہیں تو ان کے علاوہ کون اس کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ اس دنیا میں رہے۔

قرآن کریم کا اعلان ہے: ''کل من علیہا فان ہ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ہ۔'' (الرحمن:۲۶،۲۷) ''جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گا منہ تیرے رب کا بزرگی اور عظمت والا۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: ''کل شئی ھالک الا وجہہ ہ۔'' (القصص:۸۸) ''ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کل نفس ذائقۃ الموت، ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ والینا ترجعون ہ۔'' (الانبیاء:۳۵) ''ہر جی کو چکھنی ہے موت اور ہم تم کو جانچتے ہیں بُرائی سے اور بھلائی سے آزمانے کو اور ہماری طرف پھر کر آ جاؤ گے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ''الموت تحفۃ المومن'' ''موت، مومن کا تحفہ ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا: ''الموت جسر یصل الحبیب الی الحبیب'' ''موت تو ایک پل ہے جو محبّ کو محبوب تک ملانے کا ذریعہ ہے۔''

اس لئے ایک مومن اور مسلمان آدمی موت سے نہیں ڈرتا بلکہ اس دنیا میں رہ کر وہ اپنی خواہشات کو پامال کر کے ہمہ وقت اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے، کوشش اور جدوجہد کی پذیرائی کی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی خواہشات کو پامال کر کے ہمہ وقت: ''ومن اراد الآخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا وھو مومن فاولئک کان سعیہم مشکوراً ہ۔'' (الاسراء:۱۹) ''اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری سنائی کہ: من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہ... جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کو محبوب اور پسند کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ان سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمہ وقت اور ہمہ افعال آخرت کی تیاری کی نیت سے صرف کرتے ہیں۔

ہمارے بزرگ اور ممدوح حضرت ڈاکٹر شہیر الدین علوی رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں ممتاز شخصیات اور منتخب افراد میں سے ایک تھے، جنہوں نے دنیوی اعتبار سے اعلیٰ تعلیم کے حامل ہونے اور اعلیٰ عہدوں کی پیشکشوں کے باوجود ایک فقیر منش اور دنیوی جھمیلوں سے کوسوں دور ایک عالم کی صحبت اور غلامی کو اپنے لئے اعزاز سمجھا اور یہ صرف اس لئے تھا تاکہ میری آخرت بن جائے اور دارین کی سعادتوں کا حصول آسان ہو۔

حضرت ڈاکٹر شہیر الدین علوی کی پیدائش انڈیا کے شہر گونڈا اپ میں ۱۸؍ اگست ۱۹۲۷ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم مقامی اسکول مولوی گنج لکھنؤ میں ہوئی، میٹرک اور انٹر کرسچین کالج لکھنؤ سے کیا، پھر علی گڑھ تشریف لے گئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی ایڈ کیا، اس پر آپ کو گولڈ میڈل ملا۔ ۱۹۵۸ء میں کراچی تشریف لائے اور

وہاں سے فل برائٹ اسکالرشپ ایم اے پی ایچ ڈی کیا۔ ایجوکیشنل ایڈمنسٹریشن میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد آپ کو امریکن گورنمنٹ سے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ (فارن افیئر) کے لئے بطور سپرنٹنڈنٹ آفر ہوئی، آپ نے اپنی خدمات پاکستان کو دینے کے لئے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ پاکستان آنے کے بعد پاکستان اکیڈمی رورل (دیہی) ڈویلپمنٹ مشرقی پاکستان سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں پشاور برانچ میں تبادلہ ہوا، اس دوران آپ نے این ڈبلیو ایف پی میں کئی مکاتب، مساجد اور اسکولز کی بنیاد رکھی اور انہیں پروان چڑھایا۔ ملازمت کے دوران آپ کی فیملی آپ کے ساتھ ہی رہی اور ملازمت کے دوران آپ تبلیغی جماعت سے بھی وابستہ ہوئے۔ اس سرکاری ملازمت کے دوران سابق صدر جنرل ضیاء الحق کے دور میں کیبنٹ پوزیشن کی پیشکش کی گئی، لیکن آپ نے منع کر دیا، اس لئے کہ آپ سمجھتے تھے کہ پھر ذمہ داریوں کی وجہ سے تبلیغ میں وقت نہ دے سکوں گا۔

۱۹۷۳ء میں اسکالرشپ کے لئے مانچسٹر یونیورسٹی بھیجے گئے، جہاں آپ کا میتھالوجی ایڈمنسٹریشن کیا۔ مانچسٹر میں قیام کے دوران حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب سے تعلق قائم ہوا، مانچسٹر میں ایک سینی ٹوریم کے قطعہ زمین پر یہودیوں اور عیسائیوں کی نظریں تھیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب اور حضرت ڈاکٹر شبیر الدینؒ نے عدالت میں مقدمہ کیا اور یہ مقدمہ ان کے حق میں ہوا، آج کئی ایکٹر رقبہ پر پھیلا ہوا دارالعلوم الاسلامیہ بری ان کی یادگار اور صدقہ جاریہ میں شمار ہوتا ہے۔

۱۹۷۶ء میں واپس آکر دوبارہ پشاور رورل ڈویلپمنٹ پاکستان اکیڈمی کو جوائن کیا۔ ۱۹۷۸ء میں چیف مینجمنٹ کونسلرز کی حیثیت سے پاکستان انسٹیٹیوٹ کلفٹن کراچی کو جوائن کیا۔ ۱۹۸۵ء میں سرکاری ادارہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب کی راہنمائی سے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ سے اپنا تعلق جوڑا اور آپ کے ساتھ دینی کاموں میں معاون و رفیق کار بنے۔

روزنامہ جنگ کے معروف و مشہور کالم ''آپ کے مسائل اور ان کے حل'' جو شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے فیض قلم سے منصۂ شہود پر آتا تھا، اس کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے موقع پر اس کی ترتیب اور تسہیل حضرت ڈاکٹر شبیر الدین علوی صاحب کے ذمہ تھی، جو بات انہیں مشکل یا عوامی زبان سے بالا لگتی تھی، حضرت شہید اسلامؒ کو یہ مشورہ دیتے کہ حضرت اس کو آسان زبان میں ڈھالیں۔ اس کی تسہیل اور عوامی زبان بنانے کے لئے بسا اوقات حضرت شہید اسلامؒ کو پورا کا پورا صفحہ بدلنا پڑ جاتا تھا، اسی طرح ہر ہر مسئلہ کا عنوان بھی آسان سے آسان لگاتے تاکہ عوام الناس کے لئے سمجھنا آسان ہو۔ اسی طرح عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ کے کئی رسالوں کا انگلش میں ترجمہ کیا اور کئی ایک رسائل کی ایڈیٹنگ کی۔ اس طرح کئی سال تک حضرت کے علمی کاموں سے وابستہ رہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب تقریباً ۸۶ سال تک صحت مند رہے۔ گزشتہ سال انہیں غذا کی نالی میں کینسر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، اس کے باوجود اپنے بچوں سے کبھی تکلیف کی شکایت تک نہ کی بلکہ جب بھی آپ سے کوئی حالت اور طبیعت کا پوچھتا تو فرماتے: الحمدللہ! ٹھیک ہوں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب ۱۴؍جولائی ۲۰۱۶ء کو اس دارفانی سے کوچ فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمیٰ۔

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی وفات کی خبر جیسے ہی دفتر ختم نبوت کراچی میں ملی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی دفتر کے ناظم محمد انور رانا اور سید انوار الحسن ان کے گھر پہنچے۔ پہلے ترتیب بتائی گئی کہ ان کی نماز جنازہ دفتر ختم نبوت نمائش پر ہوگی۔ ان حضرات نے اس کی اطلاع اور انتظام شروع کر دیا، بعد میں ان کے ورثا نے کہا کہ چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے گھر کے پاس والی مسجد میں نماز ادا فرماتے تھے، اس لئے ان کی نماز جنازہ یہاں ہوگی۔ مجلس کے ان حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی پھر ان کی میت کے ساتھ قبرستان گئے اور وہاں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی تدفین کے عمل میں شریک رہے اور پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے اہل وعیال اور لواحقین کی تسلی اور تشفی کے لئے ان کے گھر رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے۔

حضرت ڈاکٹر شبیر الدین علویؒ نے اپنے پسماندگان میں دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان لواحقین کو صبر جمیل سے نوازیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زندگی بھر کی حسنات کو قبول فرمائیں، ان کی لغزشات اور سیئات سے درگزر فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس کا مکین بنائیں۔ آمین۔

قارئین ہفت روزہ ختم نبوت سے حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

حج کے فضائل اور آداب

مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس عبادت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۹ ہجری میں حج کی فرضیت کا اعلان ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''امیر حج'' بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حج کیلئے روانہ فرمایا اور ۱۰ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا تو عمومی طور پر اعلان فرمایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں۔ آپؐ کے ہمراہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حج کی سعادت حاصل کی۔ آپؐ نے ہر مرحلہ پر ایک ایک رکن کو تعلیم کے انداز میں سکھایا۔ ایک ایک فرد کے سوالات کے جوابات مرحمت فرماتے اور بار بار اس تاکید کرتے رہے کہ مجھ سے مناسک حج اچھے انداز میں سیکھ لو پتہ نہیں کہ اگلے سال میں تم میں موجود ہوں کہ نہ ہوں۔ اس حج کے موقع پر تکمیل دین کی آیات کے نزول کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما کر ''عقیدۂ ختم نبوت'' کی توثیق فرمادی۔ اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں احادیث میں اس کی فضیلت اور حج کے انعامات کا تذکرہ کیا۔ عبادت حج کی اہمیت کے پیش نظر جب تک اس کی فضیلت دلوں میں راسخ نہیں ہوگی اس وقت تک اس کی ادائیگی کے اہتمام کی فکر نہیں ہوگی اس لئے عام طور پر سب سے پہلے اس کی فضیلت اور اہمیت واضح کی جاتی ہے۔

بیت اللہ شریف ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور اس کی دیواریں وغیرہ قائم فرمادیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمانوں سے اتار کر اس پر رکھ دیا۔ ایک روایت کے مطابق اس کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ ایک روایت کے مطابق زمین کا آغاز بیت اللہ سے کیا گیا۔ اس جگہ ایک بلبلہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی شکل میں پھیلا دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان نوح کی بنا پر بیت اللہ شریف کو اٹھالیا گیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے بیابان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچا کر واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کی بے تابی کے بدلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک کی رگڑ سے آب زم زم کا چشمہ نمودار فرمایا اور اس چشمہ کی وجہ سے وہ جگہ کچھ آباد ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اپنے بال بچوں کی خبر لو۔ اپنے رب کے حکم سے جب آپ مکہ کی بیابان وادی میں پہنچے تو وہاں پر دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ آپ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس موقع پر حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور بیت اللہ شریف کی ۳۰ گز لمبی اور ۲۲ گز چوڑی جگہ کی نشاندہی کرکے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ اس جگہ ۹ گز اونچی چاردیواری بنادی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی کے مطابق تعمیر شروع کی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی عمر کے سوویں (۱۰۰) سال میں تھے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گارا بناتے اور پتھر اٹھا کر دیتے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار کی طرح تعمیر فرماتے۔ آپؑ جس پتھر پر کھڑے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر اوپر نیچے ہوجاتا اور اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات نقش ہوئے جس کو آج بھی مقام ابراہیم پر نصب کیا ہوا ہے۔ تعمیر کی تکمیل پر حضرت جبریل علیہ السلام نے جنت سے لاتا ہوا پتھر ''حجر اسود'' دیا جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طواف کے آغاز کی نشانی کے طور پر نصب کردیا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کی تفصیل سورۂ بقرہ میں اس طرح ذکر کی ہے:

''اور یہ کہے جارہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری یہ خدمت قبول فرمالیجئے' بے شک آپ خوب سننے والے ہیں (دعاؤں کے) اور خوب جاننے والے ہیں۔'' (سورۂ بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان آیات کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی عظمت واضح کی ہے:

''یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں (کی عبادت) کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے (کعبہ شریف) برکت والا مکان ہے اور تمام لوگوں کیلئے ہدایت کی چیز

ہے۔" (سورۃ آل عمران)

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اعلان حج کریں۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

"لوگوں میں حج (فرض ہونے کا) اعلان کردو۔ (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی اس عمارت کے پاس حج کیلئے) چلے آئیں گے پاؤں چل کر بھی (پیدل) اور ایسی اونٹنیوں پر (سوار ہوکر) بھی جو دور دراز راستوں سے چل کر آئی ہوں (اور سفر کی وجہ سے) دبلی ہوگئی ہوں تاکہ یہ آنے والے اپنے منافع حاصل کریں۔" (سورۃ حج)

اس اعلان حج کے بعد بیت اللہ شریف کی عمارت کے اردگرد حج کا آغاز ہوا۔ اس سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام صرف اس جگہ ارکان حج ادا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجوانی کے زمانہ کی تعمیر سے قبل تین مرتبہ قبیلہ عمالقہ اور قبیلہ جرہم اور قبیلہ قصی نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پچیس سال اور ایک روایت کے مطابق پینتیس برس تھی تو کفار قریش نے مشترکہ طور پر طے کیا کہ بیت اللہ شریف کی ازسرنو تعمیر کی جائے۔ اس سلسلہ میں حلال رقم جمع کی گئی اور تعمیر کا آغاز کردیا گیا۔ قریش کے نوجوانوں کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعمیر میں حصہ لیا اور آپ بڑے بڑے پتھر کاندھے پر اٹھا کر لاتے اور کعبہ کی تعمیر کرنے والوں کے حوالے کرتے۔ بہت محبت واتفاق سے تعمیر جاری تھی کہ حجر اسود کی تنصیب پر جھگڑے کا آغاز ہوگیا۔ ہر قبیلہ خواہش مند تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے۔ اس جھگڑے نے اتنا طول کھینچا کہ تعمیر کعبہ کے مبارک کام کو چھوڑ کر تلواریں نیاموں سے نکال کر لڑائی کا آغاز کیا جانے لگا۔ اس موقع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانش مندانہ فیصلے نے اس خونریز لڑائی کا خطرہ ٹال دیا۔ آپ ؐ نے ایک چادر بچھا کر اس کے درمیان میں حجر اسود کو رکھا اور ہر قبیلے کے سردار کو فرمایا کہ وہ چادر کا کنارہ پکڑ لیں۔ اس طرح تمام سردار اس کام میں شریک ہوگئے۔ حجر اسود کی تنصیب کے مقام پر آپ ؐ نے سب سے فرمایا کہ آپ سب لوگ مجھے اپنا وکیل بنادیں تاکہ آپ کی طرف سے میں حجر اسود نصب کروں۔ اس طرح آپ کی وکالت سے تمام قبائل حجر اسود کی تنصیب میں شریک ہوئے اور بہت بڑی لڑائی ٹل گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت اور حج کی فرضیت تک کی صورتحال یہ تھی کہ بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت گاڑے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے بتوں کی اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرتا تھا۔ خودساختہ حج کی رسومات بنائی ہوئی تھیں۔ توحید کے مرکز کو بتکدہ میں تبدیل کیا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کیا تو اپنے اور بیگانے سب آپ کے دشمن ہوگئے اور آخر کار آپ کو مدینہ منورہ ہجرت پر مجبور کردیا گیا۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا اور آپ ؐ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیت اللہ کا حق ادا کرتے ہوئے عبادت کا وہ والہانہ منظر پیش کیا کہ "ہندہ" جیسی اسلام دشمن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں دینے والی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔

۸ ہجری میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں پہلا فریضہ حج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ادا کیا۔ ۹ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج کا فریضہ ادا کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تمام مناسک حج کی تعلیم دی اور ایک ایک مرحلہ کی فضیلت واہمیت سے آگاہ کیا اور ان احکامات حج کی تکمیل کی اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کا اعلان فرما کر قیامت تک کے لئے کفر اور تحریف وتبدیلی کا راستہ روک دیا۔ قرآن کریم میں حج کی اہمیت کا تذکرہ اور اس کے اوقات کی تعیین اس طرح کی گئی:

"حج (کا زمانہ) کے چند مہینے ہیں جو (مشہور) معلوم ہیں (یکم شوال سے دس ذی الحجہ تک) پس جو شخص ان ایام میں اپنے اوپر حج مقرر کرلے (حج کا احرام باندھے) تو پھر نہ کوئی فحش بات جائز ہے اور نہ حکم عدولی درست ہے اور نہ کسی قسم کا جھگڑا زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک کام میں لگا رہے) اور جو نیک کام کروگے حق تعالیٰ شانہ اس کو جانتے ہیں (اس لئے ان نیکیوں کا بدلہ بہت عطا فرمائیں گے)۔"

نبی آخرالزمان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل احادیث میں حج کے فضائل اس انداز میں ذکر فرمائے ہیں:

"حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ کوئی فحش بات ہو اور نہ فسق ہو (حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس آتا ہے (گناہوں سے پاک ہوکر) جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔" (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث میں پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے حج کرنا ہے یعنی کوئی اور نیت نہ ہو۔ اس کی تشریح دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ

قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ تو حج محض سیر و تفریح کے ارادہ سے کریں گے۔ امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا۔ علماء ریا اور شہرت کی وجہ سے حج کریں گے اور غرباء بھیک مانگنے کیلئے حج کیلئے جائیں گے۔ ایک حدیث میں سلاطین اور بادشاہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ سیر و تفریح کیلئے حج کریں گے۔ (کنزالعمال)

ایک حدیث میں ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صفا اور مروہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک جماعت آئی اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا‘ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عراق سے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حج کے لئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور غرض تو نہ تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ کوئی اور غرض نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ از سر نو اعمال کرو‘ تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف ہو چکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔“ (مشکوٰۃ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ دنیا کے قریب ہوتے ہیں اور فخر کے طور پر فرماتے ہیں یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔ (مسلم‘ مشکوٰۃ)

اس حدیث کی تشریح ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں:

”جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ آسمان دنیا پر تشریف لا کر فرشتوں سے فرماتے ہیں: ”میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس اس حالت میں آئے کہ سارے بال بکھرے ہوئے ہیں‘ بدن اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے۔ لبیک اللّٰھم لبیک کے ترانے بلند کر رہے ہیں‘ دور دراز سے چل کر آئے ہیں‘ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔“ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں گناہ کی طرف منسوب ہے‘ فلاں شخص دوسرے گناہ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔“ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ”اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دنیا کے درختوں کے برابر بھی ہوں تب بھی بخش دیئے، جاؤ! بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ۔“ (کنزالعمال)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے‘ اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو‘ بہت راندہ پھر رہا ہو‘ بہت حقیر ہو رہا ہو‘ بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نازل ہونا‘ بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ابن شماسہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کا آخری وقت تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس وقت بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان فرمایا اور فرمانے لگے کہ: ”جب اللہ جل شانہ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا فرمایا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بیعت کیلئے دست مبارک عطا فرمائیے‘ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا دست مبارک آگے فرمایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں‘ وہ یہ کہ اللہ جل شانہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمرو! تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کئے گئے تھے اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کئے ہوں۔“ (مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ دائیں اور بائیں جو پتھر درخت‘ ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں اور اس طرح زمین کی انتہا تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ (ترمذی‘ مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہے جو عرفات کے میدان میں بھی یہ سمجھے کہ میری مغفرت نہیں ہوئی۔ (اتحاف)

یہ تو چند احادیث نمونے کے طور پر ذکر کی گئی ہیں ورنہ اتنی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب کا احاطہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات بھر جائیں۔ ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفات کے میدان میں صرف حاجی ہی کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ وہ جس کیلئے دعا کرتا ہے اس کی بھی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما

دیتے ہیں۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب تک حاجی گھر نہ پہنچ جائے تم اس سے ملاقات کر کے اپنے لئے دعا کرواؤ کیونکہ وہ پاک وصاف ہو کر آیا ہے اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت اللہ تشریف لے جارہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ ”اے عمر! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔“ شرط صرف اتنی ہے کہ نیت خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو اور ارکان حج سنت کے مطابق ادا کئے جائیں اور اس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔

بہت ہی خوش نصیب اور سعادت مند ہیں وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ حج کی سعادت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یکم شوال المکرم سے حج کے موسم کا آغاز ہو چکا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج، حج کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے ہیں۔ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں حج پر جانے کی تڑپ پیدا ہو رہی ہے۔ ہر مسلمان آرزومند ہے کہ اس سال کے خوش نصیب حجاج کرام کی فہرست میں اس کا نام داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ عشاق کبھی رات کے آخر پہر اور کبھی دن کے اوقات میں دل میں لبیک کی صدا بلند کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا گو ہیں کہ ان کی لبیک کو شرف قبولیت بخش دیا جائے اور ان کیلئے بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چودہ سو سال میں کتنے کروڑوں افراد اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور کتنے آرزو اور حسرتوں کے ساتھ اجر وثواب کی گٹھڑی سمیٹے خدا کے دربار میں پہنچ گئے۔ پاکستان میں حج کیلئے جانے والے سعادت مند حکومت کے ذریعہ سفر حج کے انتظامات کے پابند ہوتے ہیں جبکہ دوسرے ممالک کے مسلمان وہاں کی حکومت کے قوانین کے تحت سفری انتظامات کرتے ہیں۔

پاکستان کے اکہتر ہزار چھ سو چوراسی خوش نصیب عازمین حج کا نام قرعہ اندازی کے ذریعہ منظور کیا گیا ہے اور ان کے سفری انتظامات حکومت پاکستان کررہی ہے۔ جبکہ مجموعی طور پر امسال ایک لاکھ تینتالیس ہزار تین سو اڑسٹھ پاکستانی عازمین حج، حج کی سعادت حاصل کریں گے۔ ان کی فلائٹوں کا تعین کر کے ان کے گھروں کے پتوں پر اطلاعی خطوط ارسال کردیئے جائیں گے جس کے مطابق فلائٹ سے دو دن قبل ان کو اپنے اپنے شہروں کے یا علاقوں کے قریبی ”بیت الحجاج“ پہنچ کر اپنے پاسپورٹ، ٹکٹ اور کرنسی وغیرہ حاصل کرنی ہوگی جبکہ طبی ٹیکے ان کو وقت مقررہ کے اندر اندر اپنے اپنے علاقوں یا بیت الحجاج سے لگوانے ہوں گے۔ جن کو ابھی تک اطلاعی خطوط نہیں پہنچے ہوں وہ فوری طور پر وزارت مذہبی امور یا بیت الحجاج سے رابطہ قائم کریں۔ وزارت مذہبی امور اور مختلف حج گروپ اور مسلم تنظیموں نے حج کیلئے تربیتی پروگراموں کا آغاز کردیا ہے۔ اس میں شرکت کر کے ارکان حج کی اچھی طرح تربیت حاصل کرلیں۔ حج کی روانگی سے قبل ان باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ تجربہ کار حضرات سے معلوم کر کے سفر کے لئے کم سے کم ضروری سامان کا انتظام کریں۔ زیادہ سامان سفر میں مشکلات کا باعث ہوگا۔

شریعت نے ہر عبادت کے آداب مقرر کئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

”جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں غفلت برتتا ہے وہ معرفت سے محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔“

اس لئے حج کی فرضیت کے فوراً بعد حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کسی طور پر مناسب نہیں۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ تمام عازمین حج سفر کے طریقہ کار کے سلسلے میں سنت کے مطابق استخارہ کریں اور استخارے کے مطابق سفر کا نظم ترتیب دے لیں۔ حج کے مسائل کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ تلبیہ اور دیگر دعائیں جو ضروری ہیں ان کو یاد کرلیں۔ ایسے ساتھی تلاش کریں جو حج کے سفر میں زیادہ سے زیادہ عبادات کے لئے معاون ہوں۔ علماء کے ساتھ اگر سفر ہو تو حج کے مسائل کے سلسلے میں رہنمائی ملتی رہے گی۔ سفر حج میں اس کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے کہ مال حلال ہو۔ حرام رقم سے عبادت حج کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ سابقہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ ایسے تمام افراد سے جن کے حقوق تلف ہوگئے ہوں یا کسی قسم کی ناراضگی ہوگئی ہو حقوق معاف کرالیں یا ادا کردیں۔ خاص طور پر عزیز و اقارب کے ساتھ معافی تلافی کروالیں۔ کسی کا قرضہ وغیرہ دینا ہو تو ادا کردیں یا حج کے بعد کی مہلت لے لیں۔ گھر میں اخراجات دینے کے ساتھ اپنے سفر کیلئے اتنی رقم رکھ لیں کہ وہاں پر کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ سفر سے قبل دو رکعت نماز ادا کر کے گھر سے نکلے۔ گھر سے نکلتے وقت مسنون دعائیں پڑھے اور راستے میں مسنون دعاؤں کا اہتمام رکھے۔ سفر کے آغاز پر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو امیر مقرر کرلے اور اس کی ہدایات کی روشنی میں سفر کا انتظام کیا جائے۔ سواریوں سے اترنے اور چڑھنے وغیرہ کی دعاؤں کا بھی اہتمام کرلیا جائے۔ نماز باجماعت کا اہتمام ابھی سے شروع کردیا جائے۔ سنتوں کے اہتمام کے ساتھ ہر اس گناہ اور معصیت کو چھوڑنے کا عزم کرے جس کی وجہ سے حج کی برکات سے محرومی کا اندیشہ ہو۔

☆☆..........☆☆

کوہِ طور کی تاریخ اور اُس کا سفر

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

کوہ طور وادیٔ سینا میں واقع ہے، یہ علاقہ جنوب سینا کے مقابلہ میں سرسبز و شاداب ہے، کوہ طور کے دامن میں سینٹ کیتھرائن کا وہ مشہور قلعہ نما خانقاہ ہے، جس میں راہبات کے قیام کے لئے محفوظ قیام گاہیں بنی ہوئی ہیں، جہاں سیاہ لباس میں ملبوس راہبات کی ایک جماعت قیام پذیر رہتی ہے، کوہ طور کے لغوی معنی سرسبز پہاڑ کے ہیں، اگر پہاڑوں پر شادابی نہ ہو تو اسے طور نہیں کہتے۔

طور قرآن پاک میں اس پہاڑ کے لئے استعمال ہوا ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ہوئی تھی اور شرف ہم کلامی سے بارہا مشرف ہوئے تھے، وہ وادیٔ سینا کا ایک اونچا پہاڑ ہے جس کی بلندی پانچ ہزار فٹ سے متجاوز ہے اور قرآن پاک کی ایک سورۃ کا نام بھی ہے، اس پہاڑ کو قرآن پاک میں طور سینا اور طور سنین بھی کہا گیا ہے، قرآن پاک میں طور کا لفظ دس بار آیا ہے، سورۂ طور خالص مکی سورت ہے جو سورۂ سجدہ کے بعد اور سورۂ ملک سے پہلے نازل ہوئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ طور کثرت سے پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: جس نے سورۂ طور کی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اسے ضرور عذاب جہنم سے محفوظ رکھے گا اور جنت کی نعمتوں سے نوازے گا۔

اس طور کی زیارت کی خواہش مہمیز کر رہی تھی، دل میں مشاہدہ کا شوق وارفتہ کئے ہوئے تھا، اپنے رفقاء اور احباب سے کئی مرتبہ اس کا تذکرہ کیا، لیکن تحریک نہیں ہو سکی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید اس گنج ہائے گرانمایہ جو اپنے دامن میں بے شمار رموز شہوار رکھتا ہے، ان آبگینوں کو دیکھنے کی سعادت نصیب نہیں ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ارحم الراحمین ہے، بندوں کے دلوں کے بھید، آنکھوں کے اشارہ اور زیب لب خواہشوں کی معراج سیلاب سے اٹھتے ہوئے بخارات کی تلمیحات سے بھی واقف ہے، اس کے لئے دل میں تحریک پیدا کر دینا آسان ہے، چنانچہ مولوی عزیر ندوی ایک دن حاضر ہوئے اور کہنے لگے: مولانا کوہ طور دیکھنے چلیں گے؟ یہ تو مانگی مراد تھی، میں نے فوراً حامی بھر لی اور تیاری شروع کر دی مشکل یہ تھی کہ اللجنۃ العلیا جس کے ہم مہمان تھے کی اجازت لینا ضروری تھا لیکن میری مشکل یہ تھی کہ وہ اس سفر کے لئے اجازت دینے کے مجاز نہیں تھے، حکومت کی طرف سے پابندی تھی، لیکن اپنے دورۃ الأئمۃ کے آخری ایام تھے، جنوری ۱۹۹۸ء کو آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا لہٰذا خیال ہوا کہ اب تو واپس جانا ہی ہے اللجنۃ العلیا کی خفگی زیادہ موثر نہیں ہوگی۔

دوسرے دن صبح بذریعہ بس سینا کے لئے روانہ ہونا تھا، عزیزم محمد عزیر ٹکٹ لے کر آئے اور ہم دونوں کوہ طور کے مشاہدہ کے لئے روانہ ہو گئے، تقریباً دو گھنٹے کے بعد سویز شہر آیا، یہ ایک متوسط درجہ کا شہر ہے، جو نہر سویز کے دہانے پر واقع ہے، بس تھوڑی دیر رکی پھر روانہ ہو گئی، نہر سویز کا منظر سامنے تھا، بڑے بڑے دیوہیکل پہاڑ اس کی پشت پر کھڑے تھے، ہماری بس اس سرنگ سے گزری جو نہر سویز کے نیچے بنی ہوئی تھی، اس کے بعد مسلسل گھنٹوں ہماری بس بحر قلزم کی مغربی شاخ خلیج سویز کے مشرقی ساحل سے گزرتی رہی، عصر کے وقت ایک قصبہ میں جہاں ازہر کی شاخ تھی، وہاں تھوڑی دیر رکنا ہوا، بعض شیوخ سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ جامعۃ الازہر نے دیہاتوں اور قصبات میں بے شمار شاخیں قائم کر رکھی ہیں، جہاں ازہر کے فضلاء تدریس کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور وہاں سے طلبا براہ راست ازہر میں عالیہ درجات میں داخل ہو جاتے ہیں عام طور پر ثانوی درجات کی تعلیم ان شاخوں میں ہوتی ہے۔

مغرب اور عشاء کے مابین دانیال نبی علیہ السلام کی قبر کے جلو میں آباد قصبہ میں وارد ہوئے، یہ قبر سینا کے اس علاقہ میں ہے جو کیتھرائن کے مضافات میں واقع ہے، عشاء کے قریب کیتھرائن شہر میں پہنچنا ہوا، نماز ادا کر کے عشائیہ سے فارغ ہو کر قیام کے لئے ہوٹل کی تلاش ہوئی، سردی بہت شدید تھی، یخ بستہ فضا تھی، درجۂ حرارت مائنس میں تھی، ایک معمولی درجہ کا ہوٹل کرایہ پر لیا گیا، رات کسی طرح گزری، صبح کوہ طور کے سفر پر جانا تھا، کیتھرائن شہر جو اس علاقہ کی کمشنری بھی ہے، جو سینا کے مشہور سیاحتی شہر شرم الشیخ کے جنوب میں کچھ فاصلہ پر واقع ہے، بلندی پر ہونے کی وجہ سے ٹھنڈک شدید تھی، صبح اٹھے تو پانی کی جمی ہوئی بوندیں نظر آئیں۔

سینٹ کیتھرائن:

یہ خانقاہ راہبات اور راہبوں کا مرکز ہے، یہ

خانقاہ اس قلعہ کے محل وقوع پر بنائی گئی تھی جسے جسٹینین اول نے غالباً ۵۴۸ھ اور ۵۶۲ھ کے درمیان طور سینا کے راہبوں کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا تھا، یہ سیاہ پتھر کی عمارت ہے، بہت مستحکم قلعہ نما ہے، خانقاہ کے راہبوں کے پاس ایک خط ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا تھا جس میں انہیں امان دی گئی تھی۔

جب ہم اس خانقاہ کے روبرو ہوئے یہ جان کر افسوس ہوا کہ آج کا دن تعطیل کا ہے اور خانقاہ کے اندر آج جانا ممنوع ہے، ہم دونوں اس ادھیڑ بن میں تھے کہ اچانک ایک راہب سیاہ لباس میں برآمد ہوا، یہ پوشی کے ساتھ اس کی ٹوپی بھی کالی تھی، مولوی عزیر ندوی نے اس راہب سے گفتگو کی اور بتایا کہ یہ میرے استاد ہیں اور ہندوستان سے آئے ہیں، ایک مشہور ادارہ میں اسلامیات کے اسکالر ہیں، اگر اجازت مل جائے تو بڑی خوشی ہوگی، اس راہب کو یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی، مجھے قریب بلا کر خوش آمدید کہا اور بہت اخلاق سے پیش آیا اور اندر آنے کی اجازت بھی دی۔

خانقاہ کے اندر:

ایک وسیع گیٹ سے ہم خانقاہ کے اندر داخل ہوئے اور پھر پیچ راہداریوں سے گزرتے ہوئے اندرونی صحن میں پہنچ گئے، صحن کشادہ اور کھلا ہوا تھا معلوم ہوا کہ وہی صحن کا حصہ اس طوی کی مقدس وادی ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چپل اتار کر جانے کو کہا گیا تھا، جب وہ آگ لینے کے لئے اس وادی میں آئے تھے۔

اس حصہ میں ایک قدیم گرجا بنا ہوا ہے اور اس کی داہنی طرف فاطمی دور کی مسجد ہے جو بند ہے، اس کے مشرقی سرے پر وہ جھاڑی ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ آگ کے شعلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی شجرہ مبارکہ میں دیکھے تھے اور آگ سلگانے کے لئے اس میں اپنی لکڑی ڈالی تھی، اس وقت آگ الگ ہوگئی تھی اور شجرہ مبارکہ سرسبز وشاداب نظر آ رہا تھا اور وہیں پر اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تھی اور نبوت سے وہیں سرفراز ہوئے تھے، تھوڑی دیر اس جھاڑی کے سامنے کھڑے رہے، اس پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ مقدس درخت ہے اس کو ہاتھ نہ لگائیں کچھ دیر تک تصورات کی وادیوں میں کھوئے رہے، تحریر تختی پر چمک رہی تھی، لیکن محبت میں کشش و اتصال کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے وہ مجبور کر رہی تھی کہ یادگار کے طور پر دو ایک پتے اس مبارک درخت کے لئے جائیں، بے خودی کے عالم میں ہاتھ بڑھتے چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے دو برگ مقدس میرے ہاتھوں میں تھے ان پتوں کی بڑی حفاظت کی لیکن عدم کے پردوں نے انہیں آغوش میں لے لیا۔

مسجد اور کنیسہ دونوں بند تھے، ہم اندر نہیں پہنچ سکے، البتہ ہماری نگاہوں نے اندر پہنچ کر ہمیں سرفراز کیا اور کچھ گوشے تصورات کی سلوٹوں پر ابھرتے ہوئے دکھائی دینے لگے، کنیسہ کے بائیں بازو میں چاہ موسیٰ ہے یہ کنواں اب بھی زندہ ہے پانی قابل استعمال ہے، پانی نکالنے کے لئے اس پر چرخی لگی ہوئی ہے، مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہاں قیام پذیر تھے تو اس کنویں کا پانی استعمال کرتے تھے اور اپنی بکریوں کو بھی پلاتے تھے، طور کے علاقہ میں پانی کی بہم رسائی کے ذرائع بہت اچھے ہیں، اس لئے اس مضافات میں نخلستان کا سلسلہ ہے اور شادابی بھی ہے اور ایک کنواں اس قلعہ نما خانقاہ سے باہر بھی ہے لیکن وہاں تک جانا نہیں ہوا وادی طوی کی زیارت کے بعد اب ہم کوہ طور جانے کے لئے تیار تھے، وادی طوی سے نکلتے ہوئے کتب خانہ کی عمارت پر نظر پڑی۔

کتب خانہ:

یہ سینٹ کیتھرائن میں ایک بڑا تاریخی کتب خانہ بھی ہے جس میں بہت سے قدیم نسخے موجود ہیں، دور دراز سے تحقیق وریسرچ کے لئے اسکالر آتے رہتے ہیں، البتہ اس کتب خانہ سے استفادہ کے لئے اس شعبہ سے اجازت ضروری ہے، جس کا صدر دفتر قاہرہ میں ہے، ہمارے پاس چونکہ اجازت نہیں تھی اور تعطیل کا دن بھی تھا، اس لئے اس کی زیارت نہیں کر سکے، پھر بھی جو کچھ دیکھا زندگی کے وہ تاریخی لمحات تھے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوئے اور اس طرح مہبط وحی کی ابتدا جہاں سے ہوئی، غار حرا کے بعد اس مقدس مقام تک پہنچنے اور مشاہدہ کا شرف حاصل ہوا۔

کوہ طور پر:

پانچ ہزار فٹ سے تجاوز ایک اونچا پہاڑ ہے، اس پہاڑ کے اردگرد گندمی رنگ کے بنسبت کم اونچے چودہ پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں صحیح سالم ہیں، کوہ طور کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد ساری چوٹیاں زیر پا معلوم ہوتی ہیں، کوہ طور کی طرف روانہ ہوئے، سخت سردی تھی اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہم دونوں روزے سے تھے، پانچ کلومیٹر کی مسافت طے کرنے کے بعد کوہ طور کے دامن میں پہنچے، سینٹ کیتھرائن سے چڑھائی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، کوہ طور تک جانے کے لئے سینٹ کیتھرائن کے آگے وادی میں سواری کے لئے اونٹ موجود ہوتے ہیں لیکن ہم لوگوں نے پیدل جانے کو ترجیح دی۔ وادیوں سے گزر کر پُر پیچ راہداریوں تک ہم پہنچے جہاں سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی راہداریاں شروع ہوتی ہیں وہ سنگلاخ گزرگاہیں ہیں جن سے گزرنا آسان نہیں ہوتا، ہم راہداری کے ذریعہ پہاڑیوں پر چڑھتے گئے، سخت سردی کے باوجود پسینے آ رہے تھے، گرم اوور کوٹ جسم پر بار ہو رہا تھا لیکن اسے سنبھالتے ہوئے ہم آگے بڑھتے گئے کچھ دیر بعد سخت پیاس کا احساس ہوا اور اندازہ ہوا کہ روزہ قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے چونکہ ہم

مسافر تھے، البذا سفر کی تیسیر کام آئی روزہ توڑ دیا گیا۔

جگہ جگہ دکانیں جو کچھ فاصلہ پر ہوتیں، ان سے استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، تین گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد ہم کوہ طور کے دامن میں تھے، خمیدہ گزرگاہوں سے ہوکر ہم اس موڑ پر پہنچے جہاں سے سیدھی چڑھائی تھی جو چوٹی تک جاتی تھی، سیاحوں کی سہولت کے لئے اس کے پتھر کاٹ کر زینے نما بنادیے گئے ہیں لیکن چڑھائی بالکل سیدھی تھی، چڑھنا آسان نہیں تھا چند زینے طے کرنے کے بعد ہمت جواب دے گئی۔

جبل نور:

۱۹۹۰ء میں حج کو جانا ہوا، حج سے فراغت کے بعد غار حراد یکھنے کے لئے جبل نور جانا ہوا، یہ وہی پہاڑ ہے جو حرم شریف سے کچھ فاصلے پر ہے، جس کی چوٹی پر غار حرا واقع ہے، جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت گزینی اختیار کی تھی اور وہیں حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور وہیں پہلی وحی نازل ہوئی، اس کی زیارت کے لئے جوق در جوق لوگ چڑھ رہے تھے، ہم بھی انہیں کے ہمراہ کشاں کشاں آگے بڑھ رہے تھے، اسی اثنا ایک نوجوان خاتون راستے میں، جس کا شوہر آگے جاچکا تھا اور یہ ہمت ہار کر بیٹھ گئی تھیں، اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مولانا صاحب! ای کا ہوت ہے؟ میں نے کہا یہ جبل نور ہے، اس نے پھر پوچھا کہ: جبل نور کا ہوت ہے؟ میں نے کہا: جبل نور جس کی چوٹی پر غار حرا ہے، غار حرا سنتے ہی وہ خاتون اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: ''تب تو چڑھ بے چاہے مر بے'' اور پھر وہ چڑھنے لگی، یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچ گئی۔

اس جملہ نے مجھے حوصلہ دیا، میں نے بھی کہا: ''تب تو چڑھ بے چاہے مر بے'' درود شریف کا ورد کرتا ہوا زینے طے کرنے لگا، تقریباً دو گھنٹے صرف کرنے کے بعد آہستہ آہستہ ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔

کوہ طور کی دو چوٹیاں:

اس پہاڑ کی دو چوٹیاں ہیں ایک چوٹی پر کسی عیسائی بادشاہ کی تعمیر شدہ چرچ ہے اور دوسری چوٹی جو نسبتاً اس چوٹی سے نیچی ہے اس پر فاطمی دور کی بنی ہوئی مسجد ہے، ہم مسجد کی چہار دیواری پر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر بیٹھ گئے۔ سورۂ اعراف کی وہ آیتیں پڑھ رہے تھے، جن میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہ طور پر جانے کا اور تجلی ربانی کے مشاہدہ کا تذکرہ موجود ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل سے ہم کلام ہوئے تو اپنی اس آرزو کا بھی ذکر کیا کہ: اے اللہ! ہم تجھے دیکھنا چاہتے ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا: ''لن ترانی'' ...ہرگز نہیں دیکھ سکتے... البتہ سامنے کی پہاڑی کو دیکھو اس پر میں تجلی ڈال رہا ہوں، اگر قائم رہ گیا تو پھر دیکھنے کی تمنا کرسکتے ہو تو جب اللہ کی تجلی ہوئی تو اس پہاڑ کی چوٹی جل کر پگھل گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھایا اور وہ ہوش میں آئے اور فرمایا: ''قال سبحانک تبت الیک وانا اول المسلمین'' ...فرمایا تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں....

ایک نو وارد سے ملاقات:

کوہ طور کے اردگرد چودہ پہاڑیوں میں سے اسی ایک پہاڑی کی چوٹی جلی ہوئی اور پگھلی ہوئی نظر آتی ہے جو بالکل کوہ طور کے محاذاۃ جانب یمین واقع ہے، مسجد کی چہار دیواری پر بیٹھا ان آیتوں کو پڑھ رہا تھا اور تصورات کی دنیا میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک کسی اجنبی کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگی، تھوڑی دیر کے بعد زینوں سے ہوتے ہوئے چوٹی تک پہنچنے والا نو وارد شخص کوئی عرب تھا جو تسبیحات کا ورد کرتا ہوا ہمارے قریب آگیا وہ شخص سیہ پوش تھا، میرے قریب آکر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ ہندوستان سے، وہ بہت خوش ہوا اور میری داڑھی کو بار بار بوسہ دیا اور پھر واپس ہوگیا پھر میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا۔

کوہ طور کا غار:

کوہ طور پر غار نما ایک گڑھا ہے جو قد آدم ہے، آسانی سے اس میں لیٹا جاسکتا ہے، کہتے ہیں کہ وہی وہ غار ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں گزاری ہیں، تبرکاً ہم بھی اس غار میں اترے اور باہر آگئے، تھوڑی دیر قیام کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی، وہاں تک پہنچنے میں تقریباً پانچ گھنٹے صرف کئے۔

کوہ طور سے واپسی:

واپسی نسبتاً آسان تھی، تین گھنٹے مسلسل اترتے رہے، مغرب کے وقت شہر کیتھرائن پہنچے ایک ہوٹل میں عشائیہ تناول کرنے کے بعد قیام گاہ پر گئے اور پھر بذریعہ بس قاہرہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ قاہرہ مدینۃ البعوث میں عدم حضوری کا چرچا عام تھا، حاضری پر بہت کچھ سننا پڑا لیکن اب کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔ ذمہ داران بھی یہ سمجھ رہے تھے، جنوری کے آخری عشرہ کی کسی تاریخ میں شیخ الازہر کی موجودگی میں اجلاس ہوا، جس میں تمام شرکاء کو ''شھادۃ الائمۃ والدعاۃ'' سے سرفراز کیا گیا، شیخ الازہر شیخ علی طنطاوی کی مختصر نصیحت اور دعا پر یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اب واپسی کی تیاری زور و شور سے ہونے لگی۔ ازہر کی طرف سے بہت ساری کتابیں ہدیتاً ملی تھیں اور بہت سی کتابیں ہم لوگوں نے خریدی تھیں، سامان بہت بڑھ گیا تھا، لیکن زائد سامان کا چارج بھی ازہر نے برداشت کیا اور آسانی کئی کارٹن کتابوں کے ساتھ ہم ہندوستان کے عروس البلاد بمبئی پہنچ گئے اور وہاں سے جناب ابراہیم ندوی کی بس سے وہ کارٹن لکھنؤ آگئے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔☆☆

مجدد تبلیغ

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید محمد زین العابدین، کراچی

میانہ قد، نحیف و نزار جسم، مگر نہایت چاق و چوبند، رنگ گندمی، داڑھی گھنی، صورت سے تفکر، چہرہ سے ریاضت و مجاہدہ، پیشانی سے عالی ہمتی اور بلند نظری نمایاں، زبان میں کچھ لکنت لیکن آواز میں قوت اور جوش، مسلمانوں کی دینی و ایمانی پسماندگی پر پریشان حال، اُن کی دین سے دُوری پر بے چین و مضطرب، بسا اوقات اسی فکر میں "ماہی بے آب" کی طرح تڑپنا، پھڑکنا، آہیں بھرتے رہنا زندگی کا وظیفہ، راتوں کو اُٹھ کر گھبراہٹ میں بار بار بستر پر کروٹیں بدلنا اور فکر سے ٹہلتے رہنا اور دن میں دینی محنت کے لئے مارے مارے پھرنا ان شمائل و خصائل اور عادات و صفات کو اپنے ذہن میں ترتیب دیں اور خیالات کی دُنیا میں جو شخصیت اُبھرے اُس پر لکھ دیں: "مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ"

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی شخصیت، اُن کے صفات و کمالات، اُن کی عزم و ہمت، دینی تڑپ و فکر اُمت اور زہد و تقویٰ کا صحیح معنی میں اندازہ تو انہیں لوگوں کو ہو گا جنہوں نے اس آفتاب علم و حکمت کو دیکھا ہو گا یا اُن کے انفاسِ قدسیہ کا بچشم خود ملاحظہ کیا ہو گا، تاہم جن حضرات نے اُن کی زبان سے جھڑنے والے علم و حکمت کے پھول جمع کر کے بعد والوں تک پہنچائے اور پھر مولاناؒ کے علم و عمل اور اصلاحِ اُمت کے جس جذبہ نے آج پوری دُنیا میں لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو اللہ، رسول، دین و مذہب اور قرآن و سنت سے وابستہ کیا اور جن کا اخلاص و لگن اور کڑھن و فکر دُنیا بھر کے انسانوں کو بے چین کیے ہوئے ہے، اُس سے اِتنا اندازہ تو ضرور ہونا چاہیے کہ مولانا رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے "مجدد" بنایا تھا۔

آج سے کم و بیش سو سال قبل (انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں) جب مغربی استعمار متحدہ ہندوستان پر قابض تھا، مسلمانانِ ہند مادی و روحانی اور دینی و دنیوی ہر طرح سے کمزوری و پسماندگی کے عالم میں تھے، یہاں تک کہ ایمان و اسلام کو چھوڑ کر ارتداد کی طرف منتقلی کی کیفیت بھی سامنے آنے لگی تھی، اُس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کے دل و دماغ میں دین کے لئے مٹنے کی ایک خاص تڑپ اور غم و فکر پیدا کی۔ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا جینا مرنا اللہ اور اس کے رسول کے لئے تھا، آپ کے سوز و درد کا اندازہ ہر وہ شخص آسانی کے ساتھ لگا سکتا تھا جو آپ کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا اور باتیں سنتا تھا، آپ کا بس نہیں چلتا تھا کہ سب لوگوں کے دلوں میں وہی آگ پھونک دیں جس میں وہ عرصہ سے جل رہے تھے، سب اسی غم میں تڑپنے لگیں جس میں وہ خود تڑپ رہے تھے، سب میں وہی سوز و گداز پیدا ہو جائے جس کی لطیف لمس سے آپ کی روح جھوم اُٹھتی تھی، جب ایک جاننے والے نے خط کے ذریعہ آپ سے خیریت دریافت کی تو آپ نے سوز و درد میں ڈوبے ہوئے قلم کے ساتھ جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "طبیعت میں سوائے دردِ اُمت کے سب خیریت ہے"۔

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا سبق کیا تھا؟ اُن کا سبق معاشرے میں "برداشت" کے کلچر کا فروغ تھا، اُن کی محنت کا مقصد "صبر و تحمل" کا اِحیاء تھا، اُن کا کام زندگیوں میں "اِخلاص و اخلاق" کا پیدا کرنا تھا، اُن کا مطمحِ نظر زندگیوں کی ایسی تبدیلی اور ایسے صالح معاشرے کا وجود تھا جہاں ہر شخص دل سے مسلمان ہو،

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا سبق کیا تھا؟ اُن کا سبق معاشرے میں "برداشت" کے کلچر کا فروغ تھا، اُن کی محنت کا مقصد "صبر و تحمل" کا اِحیاء تھا، اُن کا کام زندگیوں میں "اِخلاص و اخلاق" کا پیدا کرنا تھا، اُن کا مطمحِ نظر زندگیوں کی ایسی تبدیلی اور ایسے صالح معاشرے کا وجود تھا جہاں ہر شخص دل سے مسلمان ہو، اُس کی مسلمانی اور اُس کا اِسلام عبادات تک محدود نہ ہو بلکہ وہ معاملات میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو، وہ تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

اُس کی مسلمانی اور اُس کا اسلام عبادات تک محدود نہ ہو بلکہ وہ معاملات میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو، وہ تنہائی میں بھی اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

بلاشبہ مولانا رحمہ اللہ کے اندر اس درجہ کا اخلاص تھا کہ آج اُن کی بپا کردہ تحریک کے ذریعہ مسلم و غیر مسلم ممالک میں وہ انقلاب آیا کہ دنیا ششدر ہے، آج غیر مسلم ممالک میں جا کر دیکھئے کہ اس دعوتی محنت کے ذریعے جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے وہ بلاشبہ پورے کے پورے داخل ہوگئے، اُن کی عبادات کی طرح اُن کے معاملات بھی کھرے ہیں، اُن کی معاشرت بھی صاف و شفاف ہے، بلاشبہ ایسے لوگ مسلم ممالک میں بھی کم نہیں لیکن آج دنیا ایک ایسے دوراہے پر کھڑی ہے کہ مولانا رحمہ اللہ کے سبق کو ایک بار پھر تازہ کرنے کی ضرورت ہے، تصور کیجئے کہ ایک شخص دین کی بات سنانے کے لئے گالیاں سنتا ہے، ماریں کھاتا ہے، اپنا پیسہ خرچ کر کے لوگوں کو مسجد میں لا کر نماز سکھاتا ہے اور خلاف سنت کام دیکھ کر طبیعت صحت سے بیماری کی طرف چلی جاتی ہے، کیا ایسا معاشرہ جب فروغ پائے گا تو وہاں کسی قسم کا جھگڑا و فساد اور ظلم و عدوان کی کوئی رمق باقی رہے گی؟ بلاشبہ آج مولانا رحمہ اللہ کی اسی تڑپ و فکر کی ضرورت ہے۔

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ۱۳۰۳ھ میں مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلویؒ کے گھر میں پیدا ہوئے، ۱۳۱۴ھ میں اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰؒ (والد ماجد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ) کے پاس گنگوہ آ گئے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ میں مقیم تھے اور بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کیا اس طرح حضرت گنگوہیؒ کی صحبت و مجالست کی دولت شب و روز حاصل رہی۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ دنیا سے رحلت فرما گئے اور اس طرح مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا تقریباً آٹھ برس کا عرصہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گزرا، حضرت گنگوہیؒ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کو بیعت کر لیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت! ذکر کرتے ہوئے میرے دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے حضرت گنگوہیؒ یہ سن کر متفکر ہوئے اور فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ سے اس قسم کی شکایت کی تھی تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے جواب فرمایا تھا کہ "اللہ تعالیٰ آپ سے کام لیں گے۔"

۱۳۲۶ھ میں حدیث کی تکمیل کے لئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے، بخاری شریف اور ترمذی شریف کی سماعت کی، چونکہ حضرت گنگوہیؒ کی وفات ہو چکی تھی، لہٰذا حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ اور اجازت پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے تعلق قائم کیا اور اُن کی نگرانی میں منازل سلوک طے کئے۔

یوں آپ نے ایک طرف شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جیسے مجاہد عالم دین سے علوم قرآن و حدیث کی تکمیل کی، تو دوسری طرف اپنے وقت کے قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے تصوف و سلوک کی منازل تیزی سے طے کیں اور اس کی تکمیل شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے زیر نگرانی کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ یوں آپ جامع شریعت و طریقت ہو گئے۔

۱۳۲۸ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تدریس شروع کی، لیکن ۱۳۴۴ھ میں بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ اور دو سال بعد دوسرے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد کاندھلویؒ (جو علاقہ نظام الدین میں بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ کے ذمہ دار تھے) کے انتقال کے بعد اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی اجازت اور مشورہ سے نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ میں منتقل ہو گئے اور یہاں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی، اس مدرسہ میں زیادہ تر علاقہ میوات کے رہائشی بچے پڑھتے تھے۔

نظام الدین منتقلی کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ دیوانہ وار "میوات" کے ہر علاقہ میں پھرے، ہر ایک کے دامن کو تھاما، ایک ایک گھر کے دروازہ پر دستک دی، کئی کئی وقت فاقے کیے، گرمی و سردی سے بے پرواہ ہو کر تبلیغی گشت کیے اور جب لوگوں نے حسب خواہش آپ کی آواز پر "لبیک" نہ کہا تو آپ بے چین و بے قرار ہو کر راتوں کو خدا کے حضور روتے، گڑگڑاتے اور پوری امت کی اصلاح کے لئے دعا کرتے اور پھر اپنی ہمت و طاقت، مال و دولت سب کچھ ان میواتیوں پر اور اُن کے ذریعہ اس تبلیغی کام پر لگا دیے۔ آج جس کا ثمرہ سب کے سامنے ہے۔ یہ ہے مولانا الیاس رحمہ اللہ کے شب و روز کی ایک معمولی سی جھلک۔ گویا وہ اس شعر کے حقیقی مصداق تھے:

پھونک کر اپنے آشیانے کو
بخش دی روشنی زمانے کو

مولانا رحمہ اللہ نے اسی درویشی اور دین کے لئے فدا کاری و جانثاری کے ساتھ پوری زندگی بسر کی، اور ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ (۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء) کی صبح کو یہ علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا آفتاب غروب ہو گیا، مولاناؒ کی وفات کو بہتر سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن مولاناؒ نے ایمان و ایقان کی جو صدا آج سے سو سال قبل لگائی تھی اس کی گونج پورے عالم میں سنی جا سکتی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، "فکر الیاس" کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے۔ ☆☆☆

قادیانیت نوازی

کچھ قرینے بھی ہوتے ہیں حصولِ داد کے

پروفیسر عبدالواحد سجاد

ٹائم بم (Time Bomb) مقررہ وقت پر پھٹنے والے بم کو کہا جاتا ہے۔ ایمان اور عقیدے کے معاملات ایسے حساس ہوتے ہیں، انہیں بودے دلائل کے سہارے زیر بحث لایا جائے تو ٹائم بم کی طرح پھٹتا ہے اور سب کچھ تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ اور ایمان کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“... میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا... اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمارت کی مثال دے کر ارشاد فرمایا کہ میں نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہوں۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث سے عقیدۂ ختم نبوت ثابت ہے۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی، سجاح اور دوسرے جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف دور صدیقی میں جہاد اس بات کا ثبوت ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی اور بروزی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے عقیدے کے حامل مسلمان نہیں۔

برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ترک جہاد کے لئے انگریز نے اتارا اور پھر اس سے امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے پر ضرب لگانے کی سعی لاحاصل کی، برصغیر کی تقسیم سے قبل ہی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اس قبیل کے علماء نے قادیانیت کو چیلنج کیا اور دلائل و براہین کے ذریعے اس کے تار و پود بکھیرے۔ قیام پاکستان کے بعد تمام مکاتب فکر کے علماء نے عقیدۂ ختم نبوت کے لئے طویل جدوجہد کی اور زنداں کی صعوبتیں کاٹیں اور بے شمار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اس کی شاہد ہے، پھر دوبارہ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت چلی، جس کے نتیجے میں یہ معاملہ قومی اسمبلی کے فلور پر آیا اور اس وقت کے قادیانی سربراہ مرزا ناصر اور اس کے ساتھیوں کو مکمل مواقع فراہم کئے گئے کہ وہ اپنا موقف اسمبلی میں پیش کریں۔ قومی اسمبلی میں بحث کا سلسلہ دو ماہ کے لگ بھگ جاری رہا اور قومی اسمبلی کے ۲۶ اجلاسوں کی چھیانوے نشستیں ہوئیں اور ماہ اگست کے پہلے عشرے (۵ر اگست) سے شروع ہونے والی مرزا ناصر پر جرح وقفے وقفے سے ۳۱ر اگست تک جاری رہی، یہ جرح ۴۰ گھنٹوں سے زائد کے دورانیے پر مشتمل تھی۔ جس میں اٹارنی جنرل آف پاکستان یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے جو سوالات کئے وہ قادیانیوں کے سربراہ غلام احمد قادیانی کی کتابوں کے حوالہ جات پر مشتمل تھے، جس میں امت مسلمہ کے بارے میں آنجہانی کے جو عقائد تھے وہ بیان کئے اور پھر ان حوالوں کی تصدیق بھی مرزا ناصر سے چاہی جس پر اس نے ان کی کہیں بلاواسطہ تصدیق کی اور کہیں بالواسطہ اور مرزا ناصر نے اسمبلی کے فلور پر جو باتیں کیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”مرزا غلام احمد کی بات کو نہ ماننے والا کافر ہے، چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہو۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ غیر احمدیوں سے رشتہ حرام ہے۔ غلام احمد (نعوذ باللہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ”افضل“ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو یہ کہے کوئی نبی نہیں آئے گا وہ جھوٹا ہے۔ قادیانی وزیر (ظفر اللہ) نے قائد اعظم کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھی کہ وہ ہمارے خلاف فتویٰ دینے پر خاموش رہے، انہیں (قائد اعظم کو) آپ مسلمان سمجھتے ہوں گے۔ اسمبلی قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کردے تو ہمیں اعتراض نہ ہوگا، البتہ یہ وضاحت کرلی جائے کہ ہم دائرہ اسلام سے خارج ہوکر بھی امت مسلمہ کا حصہ ہوں گے۔“

غلام احمد قادیانی اور اس کے نام نہاد ”خلفا“ کی کتب سے جب حوالہ جات دیئے گئے تو اس میں جو کچھ تھا وہ عوام سے پوشیدہ رکھنے کے لئے قومی اسمبلی کے اسپیکر کو اقدام اس لئے کرنا پڑا کہ اگر وہ عوام تک آجاتا تو قادیانیوں کی بوٹی بوٹی کردی

جاتی۔ اس کے بعد بھی اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ کسی کو کافر قرار دینا پارلیمنٹ یا ریاست کا حق نہیں تو ایسے لوگوں کی عقل پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

جب مرزا ناصر کا مرزا غلام احمد کی نبوت کے منکرین کو کافر کہنا ماننا اور اسے خاتم الانبیا سے (نعوذ باللہ) افضل قرار دیا۔ عقیدۂ ختم نبوت رکھنے والوں کو کذاب، قائداعظم پر بھی بالواسطہ کفر کا فتویٰ لگایا اور پارلیمنٹ کے حق کو تسلیم کیا کہ وہ قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے سکتی ہے تو پھر یہ دلیل ''تار عنکبوت'' سے زیادہ کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اگر قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے عقائد سے براہ راست آگاہی حاصل کر کے متفقہ فیصلہ کیا تو پھر اسے تسلیم نہ کرنا اور بار بار زیر بحث لانے کی منطق کیا ہے؟ عقیدۂ ختم نبوت جب اسلام کے عقائد کا حصہ ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اس کا انکار کر کے مسلمان کہلانے پر مصر ہوں۔ قرآن مجید میں واضح حکم دیا گیا ہے کہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، آپ مسلمان ہیں تو پھر اسلام کے تمام احکامات کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اس کے کسی حکم کو چیلنج کرنے کا حق کسی دین سے نابلد منکر کو کیسے دیا جاسکتا ہے۔

مغرب جس کا حق نمک ادا کرنا ان کا معمول ہے، وہاں مذہب اور دنیوی معاملات الگ الگ ہیں۔ اسے ہر شخص کا ذاتی معاملہ قرار دیا جاتا ہے، جبکہ اسلام زندگی کے ہر شعبے کے متعلق راہنمائی مہیا کرتا ہے۔ ''میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو'' کا اختیار کسی کو حاصل نہیں۔ وہ اسلام کے دائرے میں آتا ہے تو اسے سارے احکامات ماننے ہوں گے، چاہے اسے پسند ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح آپ ریاست اور اس کے قوانین کی بات کرتے ہیں کہ اسے اختیار نہیں کہ وہ کسی کو کافر یا مسلمان قرار دے، غیر مسلم پارلیمنٹ جو قوانین بنائے، چاہے وہ شراب کی اجازت دے، ہم جنسیت کو جائز قرار دے اور زنا بالرضا کو قانونی قرار دے تو اسے آسانی صحیفہ سمجھ کر ٹی وی چینلز پر اکھاڑے سجانے والے اسے بنیاد بنا کر یہاں بھی اجازت گناہ مانگیں تو انہیں کوئی لگام دینے والا نہ ہو بلکہ انہیں تحفظ دیا جائے تو ایک مسلم اور نظریاتی ممالک کی اسمبلی اور ریاست کو یہ اختیار کیسے نہیں کہ وہ امت مسلمہ کے متفقہ عقیدے کو قانونی شکل دے اور اس کا نفاذ کرے؟

ایک متفقہ عقیدے کو بحث و مباحثہ کا موضوع بنا کر متنازعہ بنانے کی مساعی کی اجازت ہر کہ و مہ کو دی جاسکتی ہے؟ پھر قادیانی پاکستان میں رہنا بھی چاہتے ہیں اور ملکی قوانین کی پابندی سے بری الذمہ بھی ہونا چاہتے ہیں کیا کسی اور ملک میں اجازت ہوتی ہے کہ آپ اس میں آباد بھی ہوں اور یہ بھی کہیں کہ اس ملک یا شہر کے صرف من پسند قوانین کو مانوں گا۔ کبھی یہ ''بالشتیے'' اپنے ممدوح امریکا میں ہی یہ کر کے دیکھ لیں تو انہیں اس طرح کی آزادی ملے گی یا جیل کی ہوا کھانا ان کا مقدر ہوگا۔ عقیدۂ ختم نبوت اسلامی معاشرے کی نظریاتی شناخت ہے اس پر ضرب لگانے کے لئے اس وقت کا چناؤ اس لئے کیا گیا کہ تہذیب مغرب کے ذریعے نسل نو کو مذہب بے زار کر دیا گیا ہے اور دینی قوتیں بھی دفاعی انداز اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ایسے میں دیکھا جائے کہ ان کا وار نشانے پر بیٹھتا ہے یا خالی جاتا ہے، لیکن انہیں معلوم ہوگیا کہ نئی نسل تمام تر خرابیوں کے باوجود عقیدے اور ایمان پر کسی ضرب کو برداشت نہیں کرے گی۔

ایک شخص اور اس کی ذریت کہے کہ ہم مسلمان ہیں اور تم سب کافر ہو، آپ جیسے ایمان فروش پھر بھی انہیں مسلمان کہنے پر مصر ہوں تو پھر مفہوم واضح ہے کہ آپ اکثریت کو کافر کہنے والوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ آپ ایک اقلیت کے لئے نظریاتی شناخت پر بھی وار کریں، ریاست اور پارلیمنٹ سے قانون سازی کا حق چھیننے کی جہالت کا ارتکاب بھی کریں جبکہ اسی اقلیت کا راہنما پارلیمنٹ کے اس حق کو تسلیم بھی کرے، وہ کسی کو دائرہ اسلام سے دلائل کی روشنی میں خارج قرار دے سکتی ہے تو پھر دانش پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ تنخواہ کا حق ادا کرنے کے لئے اور بھی بہت سے راستے ہیں۔ متفقات کو چھیڑنا اور پھر عقیدہ وایمان سے چھیڑ چھاڑ کر کے ''داد'' وصول کرنا کیا قرین انصاف ہے؟ اعتبار ساجد کے بقول:

کچھ قرینے بھی ہوتے ہیں حصول داد کے
فکر میں گہرائی لفظوں میں روانی چاہیے

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۹ر جون ۲۰۱۶ء)

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell:0301-2352363

کیا ریاست کسی کو کافر قرار دے سکتی ہے؟

مولانا زاہد الراشدی

ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل پر گزشتہ دنوں ہونے والی گفتگو کے حوالہ سے بعض دوستوں نے سوال کیا ہے کہ کیا اسلامی ریاست کو اپنے شہریوں کے کسی گروہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر کسی ریاست کا تشخص اسلامی ہے، اس کے دستور و قانون کی بنیاد اسلام ہے، اور اسے اپنے شہریوں کے ہر طبقہ کے ساتھ اس کے مذہب و عقیدہ کے حوالہ سے معاملہ کرنا ہے تو پھر اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ شہریوں میں مسلمان اور غیر مسلم کا فرق واضح کیے بغیر اپنے تشخص اور دستوری بنیاد کو باقی رکھ سکے۔ سیکولر ریاست کا معاملہ جدا ہے کہ سیکولر تشخص برقرار رکھتے ہوئے بلاشبہ اس کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ شہریوں میں مذہب کی بنیاد پر تفریق کرے۔ اور بات صرف اسلام کی نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ ہر مذہب کو پیش آ سکتا ہے۔ مثلاً ویٹی کن سٹی ایک مذہبی ریاست ہے تو پھر وہ اپنے دائرہ کار میں مسیحی اور غیر مسیحی کا فرق کیے بغیر اپنی ریاستی ذمہ داریوں کو کسی طرح بھی سرانجام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح ایک اسلامی ریاست کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم کے فرق کا لحاظ رکھے اور جہاں ابہام ہو اسے دور کرنے کے لئے وہ اپنا کردار ادا کرے۔

اس حوالہ سے سب سے پہلے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ ''اسلامی ریاست'' کا تصور کیا ہے اور اس کے دستور و قانون میں کون سے امور بنیاد کا کردار ادا کرتے ہیں۔ میں دلائل کی بحث میں پڑے بغیر تاریخی تناظر میں اس کا جائزہ لینا چاہوں گا کہ جب اسلامی ریاست وجود میں آئی تو وہ کن اصولوں پر قائم ہوئی تھی اور اس قسم کے مسائل کو اس نے کس طریقہ سے ڈیل کیا تھا۔ یہ بات تاریخی طور پر مسلمہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت جزیرۃ العرب کسی ریاستی وجود اور باقاعدہ حکومت سے آشنا نہیں تھا۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا سے پردہ فرمایا تو پورا جزیرۃ العرب ایک باقاعدہ ریاست کی شکل اختیار کر چکا تھا اور اس میں ایک منظم حکومت تشکیل پا چکی تھی جس کے سربراہ اپنی حیات میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے اور ان کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو اسی ریاست و حکومت کا سربراہ چنا گیا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ریاست و حکومت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ محنت کا ثمرہ تھا جس کی بنیاد وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات پر تھی، اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کے طور پر اپنی حکومتی ذمہ داریوں کا آغاز کیا تو پہلے خطبہ میں ہی واضح طور پر اعلان کر دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور جانشین ہیں، اس لئے وہ قرآن و سنت کی ہدایات کے دائرے میں حکومت کریں گے۔

جزیرۃ العرب کی یہ نئی قائم ہونے والی ریاست و حکومت صرف اپنی سرحدوں کے دائرے میں محدود نہیں تھی بلکہ اس وقت کی دونوں عالمی حکومتوں اور سپر پاورز یعنی ایران اور روم کے لئے نہ صرف چیلنج کی حیثیت اختیار کر گئی تھی بلکہ عالمی قیادت کے حصول کے لئے بیک وقت دونوں قوتوں سے نبرد آزما ہو کر اس نے ان کو بتدریج عالمی قیادت کے منظر سے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ پھر خلافت راشدہ، خلافت بنو امیہ، خلافت عباسیہ، اور خلافت عثمانیہ کی صورت میں کم و بیش بارہ سو سال تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر حکومت کی تھی اور تمام تر سیاسی گروہ بندیوں اور اقتدار

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 32514972-32531133

کی باہمی کشمکش کے باوجود ان سب ادوار میں ریاست کے قوانین واحکام اور معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد قرآن وسنت کی تعلیمات پر رہی ہے۔

اسلامی ریاست کا کوئی تصور بارہ صدیوں کے اس تاریخی اور واقعاتی تناظر سے آنکھیں بند کر کے قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مجھے ان دانش وروں پر تعجب ہوتا ہے جو دوسروں کو تو زمینی حقائق اور تاریخی پس منظر کے احترام کا سبق دیتے رہتے ہیں مگر خود اسلامی ریاست جیسے اساسی مسئلہ پر تمام تر زمینی حقائق اور بارہ سو سالہ تاریخی تناظر کو یکسر نظر انداز کر کے محض فلسفیانہ موشگافیوں پر اسلامی ریاست کا تعارف کرانے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں۔ اسلامی ریاست کے حوالے سے ایک بات سب کو اپنے ذہنوں میں بالکل واضح کر لینی چاہیے کہ اگر اس سے مراد وہ ریاست وحکومت ہے جو خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں قائم کی تھی اور اپنی حیات مبارکہ میں ہی اس کا دائرہ پورے جزیرۃ العرب تک وسیع کر دیا تھا، پھر اسے خلفاء راشدین نے ایک عالمی ریاست وحکومت کی شکل دے دی تھی، تو ہمیں آج کے دور میں اسلامی ریاست وحکومت کی دستوری اور فکری اساس اسی کو بنانا ہوگا۔ کیونکہ اسے نظر انداز کر کے قائم ہونے والی کوئی ریاست وحکومت جو کچھ بھی ہو مگر اسلامی کہلانے کی حقدار نہیں ہوگی۔

اس اصولی وضاحت کے بعد ہم اصل نکتہ کی طرف واپس آتے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ان کی قائم کردہ ریاست وحکومت نے خلافت کا ٹائٹل اختیار کیا تو خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے کام کا آغاز ہی اس عمل سے کیا تھا کہ عقیدہ ختم نبوت کے منکرین مسیلمہ کذاب، طلیحہ اور سجاح کو ان کے پیروکاروں سمیت مرتد قرار دے کر ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ کے منکرین کو بھی اسی کھاتے میں شمار کر کے ان کے خلاف لشکر کشی کی تھی۔ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دینے میں تو ان سے کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا مگر منکرین زکوٰۃ کو ان کے ساتھ شمار کرنے میں حضرت عمرؓ کو ابتداء میں تردد تھا اور اس پر دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان بحث ومباحثہ بھی ہوا تھا جس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کی دوٹوک حمایت کا اعلان کر دیا تھا۔

چنانچہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو تاریخی فیصلہ ۱۹۷۴ء میں صادر کیا تھا وہ ایک اسلامی ریاست کے دائرہ اختیار بلکہ فرائض میں شامل تھا۔ البتہ غیر مسلم قرار دینے کے باوجود ان کے خلاف عسکری کارروائی سے گریز کرتے ہوئے انہیں اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کی حیثیت دے دی گئی تھی۔ اور یہ بھی شاید جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ اور حکمت عملی کی پیروی تھی کہ جن منافقین کو قرآن کریم نے کافر قرار دیا تھا ان کے خلاف کوئی فوجی ایکشن لینے کی بجائے انہیں بطور شہری برداشت کر کے مسلسل حکمت عملی کے ذریعہ منظر عام سے غائب ہونے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲ رجون ۲۰۱۶ء)

جہنم کی آگ کی حامل جماعت:

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہنم کی آگ میں سے اگر ایک رائی کے برابر آگ بھی ساری دنیا پر ڈال دی جائے تو دنیا جل کر راکھ ہو جائے۔ میری کوشش یہ ہے کہ میں وہ جہنم کی آگ تمہارے اندر پیدا کروں جو پہاڑوں کے برابر ہے۔ اگر جہنم کی رائی بھر آگ ساری دنیا کو جلانے کے لئے کافی ہے تو جو آگ میں تمہارے دلوں میں پیدا کرنا چاہتا ہوں اگر پیدا ہو جائے تو ایک دنیا نہیں ہزاروں دنیاؤں کو تم جلانے کے قابل ہو جاؤ گے (یہ آگ قادیانیوں کے اندر اسی وقت پیدا ہو گئی تھی جب انہوں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ توڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی سے رشتہ جوڑ لیا تھا یہ آگ انہیں دنیا میں بھی جلائے گی اور آخرت میں بھی وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔ مرتب)۔‘‘

(خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان، مورخہ ۱۲/دسمبر ۱۹۳۵ء، جلد ۲۳ نمبر ۱۳۹، ص:۹)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون:32545573

خانہ ساز نبوت کے راہی

گزشتہ سے پیوستہ

خالد محمود (سابق یونیٹل کنڈن)

احمد سعید سمڑیالوی:

جھوٹا مدعی نبوت احمد سعید مرزائی سمڑیال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا، وہ اسسٹنٹ انسپکٹر تھا، اس نے باقاعدہ مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعدازاں خود نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنا لقب یوسف موعود رکھا اور اپنے الہام اور وحیاں ”پیرا ہن یوسفی“ نامی اپنی کتاب میں جمع کیں۔ مرزا قادیانی کے بیٹے سلطان احمد کی بیوی سے ان کے ناجائز مراسم تھے، اس پر کئی دفعہ اس کی پٹائی اور رسوائی ہوئی، وہ کہتا تھا کہ مسلمانوں کی موجودہ رشتہ داریاں سب ناجائز اور ولدالزنا ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کے متعلق کہا تھا۔ ”یانی قمر الانبیاء“ لیکن سعید نے دعویٰ کیا کہ میں قمرالانبیاء ہوں۔ اس کو گلپھڑوں کی بیماری تھی، یعنی تھوڑی کے نیچے گردن پر نہایت بدنما ورم تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ یہ مہر نبوت ہے۔ (نعوذباللہ)

عبداللطیف گنا چوری:

عبداللطیف گناچوری پہلے جالندھر میں قادیانی مبلغ تھا، وہ گاؤں گاؤں جاکر مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود کی تبلیغ کرتا۔ بعدازاں خود نبوت کا دعویٰ کردیا اور اپنا لقب قمرالانبیاء اختیار کیا۔ اس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں ۵۰۰ صفحات سے زائد ایک ضخیم کتاب ”چشمۂ نبوت“ شائع کی، جس میں لکھا کہ: ”احادیث میں جس مہدی کے آنے کا ذکر ہے، وہ میں ہوں۔ دانیال نبی نے میرا ہی زمانہ ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۰ھ تک بتایا ہے، جس طرح مرزا قادیانی کا دعویٰ زمین پر غلام احمد اور آسمان پر مسیح ابن مریم ہے، اسی طرح خدا نے زمین پر میرا نام عبداللطیف اور آسمانوں میں محمد بن عبداللہ موعود رکھا ہے، جس طرح مرزا قادیانی روحانی اولاد بن کر سید ہاشمی بن گیا تھا، اسی طرح میں بھی آل رسول میں داخل ہوں، قادیانیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں ایک ہی شخصیت ہے، کیونکہ مرزا قادیانی کہہ چکا ہے کہ مجھ سے پہلے بھی مہدی آچکے ہیں اور بعد میں بھی آئیں گے۔ ان کے زمانے میں کوئی مہدی نہ تھا، اس لئے ”مہدی آخرالزمان“ ہوں۔ میرے ۹۰ معجزات ہیں، میری پیشگوئیاں مرزا قادیانی سے بھی بڑھ کر سچی نکلی ہیں۔“ اس کے دلائل عام طور پر وہی ہیں جو مرزا قادیانی نے اپنے لئے دیئے ہیں۔ عبداللطیف نے قادیانی خلیفہ مرزا محمود اور اپنے تمام مخالفین کو دعوت مباہلہ بھی دی تھی۔ اس نے اپنی کتاب میں لکھا:

”چونکہ خدا تعالیٰ نے ۹ سال سے مجھے کل دنیا کی ہدایت کے لئے اور اسلام کو ہر رنگ میں تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے اپنا نبی، رسول اور امام مہدی بناکر مبعوث کیا ہے اور میرے دعویٰ کے دلائل کتاب ”چشمۂ نبوت“ کے ذریعہ پانچ سال سے شائع ہوچکے ہیں، لیکن مرزا بشیرالدین قادیانی اور ان کی جماعت نے میرے دعاوی قبول کرنے سے انکار کردیا ہے، اس لئے خدائے تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی کے ذریعہ اطلاع دی ہے کہ وہ ان کو سزا دے گا اور ان کے اسی انکار اور سرکشی کی پاداش میں خدا کا غضب مرزا محمود احمد قادیانی پر اور ان کے ساتھیوں پر اور ان کی بستی پر کسی سخت مصیبت اور عذاب شدید کی صورت میں عنقریب نازل ہونے والا ہے اور یہ عذاب، عبرتناک انجام کی صورت میں نازل ہونے والا ہے اور عذاب شدید کے بعد جماعت احمدیہ کے بقیہ اور منتشر لوگ پھر خدا کے حکم سے میرے ہاتھ پر جمع ہوں گے۔ اس عذاب کے ٹلنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان، قوم یونس کی طرح میرے دعاوی پر ایمان لاکر مجھے قبول کریں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت اس عذاب کے ٹلنے کی نہیں۔“

(۵ مارچ ۱۹۳۰ء، عبداللطیف، خدا کا نبی اور رسول اور امام مہدی گناچور، ضلع جالندھر)

بابو الٰہی بخش:

بابو الٰہی بخش (اکاؤنٹنٹ لاہور) مرزا قادیانی کے مریدوں میں سے تھا، اس کا کہنا تھا کہ اسے وحی والہام ہوتے تھے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میں موسیٰ ہوں، پھر مرزا قادیانی کے خلاف ایک کتاب ”عصائے موسیٰ“ شائع کی، وہ کہتا تھا: مرزا قادیانی فہم الہامات میں کمزور ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”حقیقت الوحی“ میں الٰہی بخش کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

”اسی طرح اپنی کتاب اربعین نمبر ۴ ص:۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے.... یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ

وہ بچہ ہو گیا ہے، ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔" (حقیقت الوحی تتمہ ص:۵۸۱، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۵۸۱ از مرزا قادیانی)

شیخ غلام محمد قادیانی لاہوری:

شیخ غلام محمد قادیانی کا تعلق مرزائی لاہوری جماعت سے تھا، وہ اپنے ملہم ہونے کی بنیاد مرزا قادیانی کے دعاوی پر قرار دیتے ہوئے کہتا تھا کہ میرے لئے مرزا قادیانی نے بشارت دی تھی کہ میرے عصبہ سے ایک لڑکا ہوگا جو مصلح ہوگا۔ قادیانی موسیو بشیرالدین کو مصلح موعود قرار دینا غلط ہے، اس نے ایک اشتہار میں لکھا:

"جس طرح تمام نبی ماموریت سے پہلے بالکل خاموش، گمشدہ، معمولی اور بے علم محض ہوتے ہیں، ایسا ہی میرا حال تھا۔ میری زبان اور قلم وعظ کے لئے بہت کم اٹھی، میری تمام توجہ اپنے ذاتی فرائض منصبی کی تکمیل، اپنی ذاتی مکمل اصلاح اور تلاش محبوب میں منہمک رہی اور جونہی میں مراد کو پہنچ گیا تو ایک ہی لیلۃ القدر کی مشہورات کے بعد میں بڑے شور وغل کے ساتھ غار حرا یا غار ثور سے باہر نکل آیا، جس کی کوئی مثال موجودہ دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ ایک ہی رات میں وہ عظیم الشان تبدیلی مجھ میں ظہور میں آگئی کہ میں عالم بھی ہوگیا، مصنف بھی ہوگیا، مقرر بھی ہوگیا، امام بھی ہوگیا اور نبی بھی ہوگیا اور یہ سب کچھ علم وعمل کے اتحاد کے ساتھ ظہور میں آیا۔"

نور محمد:

نور محمد گاؤں کیسر و ریاست پٹیالہ کا رہنے والا اور جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اس کا بیان تھا کہ مرزا قادیانی کا وہ موعود بیٹا جس کی بابت اس کو یہ الہام ہوا تھا۔

"فرزند ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" میں نور محمد ہوں، جب اس سے کہا گیا کہ وہ تو خاص مرزا قادیانی کے صلب سے ہوگا تو جواب دیا کہ ہاں صحیح ہے، مگر صلب روحانی مراد ہے نہ کہ صلب جسمانی۔ پس مرزا قادیانی کا موعود بیٹا روحانی طور پر میں نور محمد ہوں۔ جب اس سے کہا گیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے الہام میں یوں ہو اور تم اس کی یوں تاویل کرو، اس نے کہا: میں تاویل نہیں کرتا، جس طرح مرزا قادیانی روحانی طور پر ابن مریم ہے، نور محمد بھی اسی طرح روحانی طور پر ابن مرزا ہے۔

غالباً اس کو مرزا قادیانی بننے کی یہ ضرورت پڑی کہ بیٹا اپنے کمالات میں باپ سے بڑھا ہوا تھا، وہ اپنے آپ کو خدا کہتا اور کہلاتا تھا۔ حیرانی کی بات ہے کہ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اس نے ایک دفعہ اپنے مریدوں کو کہا کہ آج مرزا قادیانی یہاں آئے گا لہٰذا خوب اہتمام کرو۔ گاؤں سے پہلے آدھ میل تک کچے راستے میں پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا، رات بھر دف و دہل بجتا رہا، مشعلیں روشن رہیں، ہر وقت یہی آواز تھی، اب آئے، اب آئے۔ اس کی بیوی نے مراقب ہوکر نیم شب کے بعد کہا: تم جانتے ہو، مرزا قادیانی کیوں نہیں آئے، تمہاری ان مشعلوں کا دھواں جو سرسوں کے تیل سے روشن ہیں، ان کے دماغ کو اذیت دیتا ہے، جاؤ اسی وقت گاؤں سے روغن اکٹھا کر کے لاؤ، گھی لایا گیا، مشعلیں جلائی گئیں، سپیدہ دم اس نے حکم دیا، چلو، لوٹ چلو۔ مرزا قادیانی آئے تھے، مگر واپس چلے گئے، لوگوں نے کہا کب آئے تھے، کب چلے گئے، ہم نے تو زیارت بھی نہ کی تو کہنے لگا: "روحانی طور پر آئے تھے، تم آنکھوں کے اندھے، ان کو نہیں دیکھ سکے۔" اس نے مرزا قادیانی کی طرح بہت سے مضحکہ خیز دعوے کئے۔

فضل محمد ساکن چنگا بنگیال:

یہ شخص مرزا قادیانی کا خاص مرید تھا، چنگا بنگیال گوجر خان ضلع راولپنڈی کا رہنے والا تھا، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں مرزا صاحب کا ظہور ہوں، وہ کہتا ہے کہ مرزا قادیانی کی عمر ۸۰ سال کی تھی لیکن جب وہ اپنی عمر کے ۶۰ سال گزار چکے تو باقی ماندہ ۲۰ سالہ عمر مجھے تفویض فرما کر وادی آخرت کو چل دیئے اب میں حقیقی مرزا صاحب ہوں، اس کی مضحکہ خیز تحریریں جو سراسر تعلیوں، لن ترانیوں اور ملحدانہ خیالات سے بھرپور تھیں، ۱۹۳۲ء، ایک ٹریکٹ کی صورت میں شائع ہوئیں، وہ اپنے ٹریکٹ میں لکھتا ہے:

"مردے بولا نہیں کرتے، دیکھو مسیح مجھے بول کر تعلیم فرما رہے ہیں، میں وہی مسیح ہیں۔ "یدنی منک الفضل و دنی منک الفضل" آیا ہے۔ مسیح کے وجود کے دو حصے ہیں۔ فضل اور احمد، احمد بطون عالم میں، فضل ظاہر میں موجود۔ واللہ یہ واقعہ راست ہے مسیح زندہ ہے، مسیح نہیں مرا۔ واللہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مسیح موعود سے دنیا میں زندہ موجود ہیں۔ بموجب حدیث نبوی جو مشکوٰۃ میں عمر آدم اور داؤد کا واقعہ لکھا ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود مورخہ ۱۸ رمئی ۱۹۰۸ء کو ۲۱ سال عمر قرض لی تھی اور خدا تعالیٰ سے مزید ۲۵ سال عمر حاصل کرنے مورخہ ۱۹ رمئی ۱۹۳۱ء کو آسمان پر جا کر ۲۵ سال عمر لے کر آسمان سے زمین پر امداد کے لئے آیا ہوں۔ مگر دنیا مجھے نہیں دیکھتی۔ میں اس خدا کے ہاتھ میں ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ او نادانو! دیکھو جس کو تم مردہ کہتے ہو، وہ کلام کر رہا ہے۔"

(ٹریکٹ، یکم فروری ۱۹۳۲ء، ص:۳)

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

نئی حکمت عملی کی ضرورت

تحریر: مولانا سیّد محمد واضح رشید ندوی
ترجمہ: محمد وثیق ندوی

امت اسلامیہ آج جس دور سے گزر رہی ہے، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، دنیا کے ہر خطہ میں امت اسلامیہ مختلف مسائل و مشکلات اور خطرات و چیلنجز سے دوچار ہے، اغیار اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے اور وسائل اختیار کر رہے ہیں، دوسری طرف داخلی اختلاف و افتراق، خلفشار و انتشار، مسلکی جھگڑوں اور گروہی تصادم نے امت اسلامیہ کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

مسلمان آج زندگی کے ہر میدان میں مشکلات و خطرات کے نرغے میں ہیں، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، لسانی، سیاسی، اقتصادی اور عقیدہ کے لحاظ سے خطرات و مسائل کا سامنا ہے، دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، خواہ وہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، چین سے لے کر امریکا تک بلکہ مشرق و مغرب میں مسلمان ابتلاء و آزمائش کے دور سے گزر رہے ہیں، مسلمانوں کو درپیش موجودہ صورت حال کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ مسلمان ماضی میں بھی دنیا کے مختلف خطوں میں بارہا پُرفتن و پُر آشوب دور سے گزر چکے ہیں، وہ اگر ایک خطہ میں آزمائشوں و خطرات سے گزر رہے ہوتے تو دوسرے خطہ میں کرسی اقتدار پر فائز و متمکن ہوتے، چنانچہ کہا جاتا تھا کہ اسلام کا سورج اگر دنیا کے ایک خطہ میں غروب ہوتا ہے تو دوسرے خطہ میں طلوع ہو رہا ہوتا ہے، تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

ماضی میں مسلمانوں کی آزمائشیں اور مشکلات عسکری اور فوجی نوعیت کی تھیں، جن کے نتائج و عواقب محدود ہوا کرتے تھے، اسی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں انقلاب اور بیداری کے اسباب پیدا ہوئے، لیکن مسلمان آج جن حالات سے دوچار ہیں، وہ ماضی سے مختلف اور جداگانہ ہیں، بلکہ موجودہ حالات سامراجی عہد سے مختلف ہیں جب کہ اس سے قبل سارا عالم اسلام سامراج کے قبضہ میں تھا۔

ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ قبولیت اسلام کا رجحان روز افزوں ہے اور اب ان علاقوں میں بھی اسلام اپنے وجود کو منوا رہا ہے، جہاں ماضی میں اسلام کا کوئی نام لیوا نہ تھا، یورپ میں مساجد، دینی مدارس، اسلامی سینٹر اور اداروں کا قیام ایک عام بات ہے، یورپ میں متعدد سرکاری اسکولوں میں اسلامی تعلیم اور اسلامی شریعت پر عمل کی اجازت دی جا رہی ہے جب کہ ماضی میں یورپ میں اس طرح کے اسلامی آثار کا وجود نہیں تھا، غیر مسلم حلقوں میں قرآن کریم کی مقبولیت بڑھ رہی ہے، عالمی سطح کی یونیورسٹیوں میں اسلامی مطالعہ کی کرسیاں قائم ہو رہی ہیں۔ ماضی کے مقابلہ میں آج اسلام کے مطالعہ کے مواقع زیادہ میسر ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کئے جا رہے ہیں، بلاشبہ یہ صورت حال بڑی خوش آئند ہے، دعوت الی اللہ کی کوششوں اور سرگرمیوں کے نتائج و ثمرات بھی اچھے اور مفید برآمد ہو رہے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں، خصوصاً نائن الیون واقعہ اور ڈنمارک میں اہانت آمیز کارٹونز کی اشاعت کے بعد سے اسلام کے مطالعہ کے رجحان بڑھ رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف عالمی سازشیں بھی زوروں پر ہیں، اسلامی تشخص کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے فکری، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، تمدنی اور فوجی ہر طرح کے وسائل و ذرائع اختیار کئے جا رہے ہیں، یہ عالمی سازشیں پوری امت اسلامیہ کے لئے خطرہ کا موجب ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت کے ذریعہ سے زبردست گمراہ کن پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔

یہ سازشیں بیک وقت فوجی، سیاسی، فکری اور تہذیبی یلغار کی شکل میں جاری ہیں، طرفہ تماشہ یہ کہ مسلمانوں کے سامنے دفاع کے تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں، حتیٰ کہ اپنے کو بے گناہ بھی ثابت نہیں کر سکتے، مسلمانوں کو زبردست پروپیگنڈا کا سامنا ہے، جس کا وہ وسائل اور صلاحیت کے باوجود مقابلہ نہیں کر سکتے، حالانکہ وہ حق پر ہیں اور ان پر میڈیا کے ذریعہ لگائے جانے والے تمام الزامات سے وہ کوسوں دور ہیں لیکن ان کے پاس طاقتور اور موثر وسائل ابلاغ نہیں ہیں جبکہ دشمن علمی اور انسانی تمام وسائل پر قابض ہے اور خود مسلمان حکومتیں ان کے خلاف ہیں، اس لئے کہ یہ حکومتیں خوفاً یا طمعاً اسلام دشمن عالمی طاقتوں کے تابع ہیں۔

سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ مسلم ممالک کے نصاب تعلیم سے ان موضوعات و مضامین اور ایسے مواد کو نکالا جا رہا ہے، جس سے طلبا

میں اسلامی شعور و بیداری اور اسلامی فکر ورجحان پیدا ہوتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی احساس و شعور سے عاری کر دیا جائے تاکہ وہ سازشوں کا ادراک نہ کر سکیں، پوری دنیا میں اسلامی مدارس اور دینی مکاتب کے خلاف مہم چلائی جاری ہے اور ان مدارس کو اہل خیر حضرات سے ملنے والی امداد پر پابندی لگائی جارہی ہے۔

امت اسلامیہ کے خلاف عالمی پیمانے پر جو جنگ جاری ہے وہ نفسیاتی اور شعوری جنگ ہے جو اعصابی جنگ سے زیادہ خطرناک ہے بلکہ سرد جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو سوویت یونین کے زمانہ میں مغربی یورپ اور مشرقی یورپ کے درمیان جاری تھی، اسلام مخالف طاقتیں فکر وفن اور ادبی لٹریچر کی راہ سے اسلام کو ایسی شکل میں پیش کرنا چاہتی ہیں جو ان کے تصور اور نظریہ کے مطابق ہو، نئی تحقیقات اور رپورٹوں کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام نے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے نئی پالیسی بنائی ہے، یہ پالیسی ادب ولٹریچر، علم وفن، شعر وشاعری، طنز ومزاح، لطائف، چٹکلوں، کارٹونز، لباس، گھریلو ساز وسامان اور دیگر تفریحی وسائل کے ذریعہ اسلام پر حملہ کرنے کی ہے، یہ پالیسی سرد جنگ سے بھی زیادہ خطرناک اور جارحانہ ہے، چند سال پہلے (اگست ۲۰۰۵ء) یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ میگزین نے ''فکروذہن اور ڈالر'' کے عنوان کے تحت لکھا تھا کہ امریکی انتظامیہ عالم اسلام پر اثر انداز ہونے کے لئے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہی ہے اور ان ذرائع نشرو اشاعت، تحقیقی اداروں اور ریسرچ سینٹروں کو سرمایہ فراہم کر رہی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی تصویر مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، اس نئی جنگ کا نام ''جنرل ڈپلومیسی'' رکھا گیا ہے، لہٰذا ادبا اور فنکاروں کے ذریعہ شان رسالت میں گستاخی اور اسلام، اسلامی شعار، اسلامی مقدسات اور مسلمانوں کی توہین کا سلسلہ جاری ہے اور ایسے لوگوں کو سیاسی پناہ اور مالی امداد فراہم کی جارہی ہے۔

بیرونی حملہ کے ساتھ ساتھ مسلمان داخلی طور پر ایسے وقت میں باہمی اختلافات وانتشار کا شکار ہیں جبکہ انہیں اتحاد واتفاق کی ضرورت ہے، یہ بھی دشمنوں کی سازش کا ایک حصہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑا کر ان کی طاقت وقوت منتشر اور کمزور کر دی جائے اور وہ دشمنوں کی سازشوں اور مکاریوں سے غافل وبے خبر رہیں۔ پاکستان، الجزائر، افغانستان، عراق، یمن، صومالیہ، سوڈان اور دوسرے اسلامی ممالک میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کا ثبوت ہے، جہاں مسلمانوں کو مسلکی بنیاد پر، اقتصادی، طبقاتی، خاندانی اور فکری بنیاد پر اختلافات اور کشمکش میں الجھایا جارہا ہے، مختلف گروپوں میں مسلح تصادم کرایا جارہا ہے، خودکش حملے کرائے جارہے ہیں جن میں مسلمانوں ہی کا جانی ومالی نقصان ہوتا ہے، غیر مسلم اکثریتی ممالک میں مسلمانوں پر طرح طرح کا دباؤ ڈالا جارہا ہے، ذرائع ابلاغ اور نصابی کتابوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دل آزاری کی جارہی ہے، ملک دشمن کہا جارہا ہے اور ان پر دہشت گردی، وطن دشمنی اور قدامت پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے، دوسری طرف سامراج متعدد ملکوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے۔

مسلمان جن خطرات سے دوچار ہیں، ان میں وہ فکری وثقافتی یلغار بھی ہے جو موجودہ دور میں اصلاح پسند اور آزادانہ خیالات وافکار کے حامل مسلم مفکرین ودانشور اور محققین اور نام نہاد دانشور کر رہے ہیں، ماضی میں یہ فکری وثقافتی یلغار یورپین مفکرین ومستشرقین کر رہے تھے جن کا دائرہ اثر معلوم ومحدود تھا، اس سے موجودہ فکری وتہذیبی یلغار زیادہ خطرناک ہے، آزادانہ خیالات کے حامل مسلم مفکرین بھولے بھالے، سیدھے سادے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اور ان کے دلوں میں اسلامی تعلیمات واحکام کے تعلق سے شکوک وشبہات پیدا کر دیتے ہیں، ان کا لٹریچر عربی، فارسی، اردو اور مسلمانوں میں رائج مختلف زبانوں میں شائع ہو رہا ہے اور بیرونی طاقتیں اور مسلم حکومتیں ان کی سرپرستی کر رہی ہیں اور اس طرح وہ مسلم حلقوں میں عام کیا جارہا ہے، انہیں اسلام مخالف طاقتیں ہر طرح کا تعاون بہم پہنچا رہی ہیں اور اب انٹرنیٹ، اخبارات و رسائل اور نشرو اشاعت کے جدید وسائل (فیس بک، ٹوئٹر، بلاگ، واٹس ایپ) نے اس کو اور آسان کر دیا ہے، دوسری طرف جو افراد ان خطرات کا مقابلہ کر سکتے ہیں وہ یا تو قید وبند کا شکار ہیں یا حقیقت اور صحیح صورت حال سے واقف نہ ہونے کی بنا پر خاموش ہیں یا گوشہ نشینی کو ترجیح دیتے ہیں یا وہ قدیم تاریخ کے مسائل وامور میں الجھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے ان کو نئے نئے چیلنجز اور خطرات پر اور ان مسائل پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں ملتا، جن پر امت اسلامیہ کے وجود کا دار ومدار ہے۔

پوری دنیا میں خاص طور سے اسلامی ملکوں میں عیسائی مشنری کے مختلف تعلیمی، ثقافتی اور رفاہی ادارے اور نٹ ورک کام کر رہے ہیں۔ عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں ان ملکوں میں شباب پر ہیں جو جنگوں سے نڈھال ہو چکے ہیں یا طبقاتی کشمکش، معاشی واقتصادی پریشانیوں سے دوچار ہیں، بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا، اب وہاں عیسائی عبادت گاہیں اور چرچ قائم ہو چکے ہیں مثال کے طور پر خلیجی ممالک، متحدہ عرب

امارات، کا عراق، افغانستان اور موری طانیہ وہ ممالک ہیں جہاں پہلے چرچ کا وجود نہیں تھا لیکن اب جگہ جگہ چرچ نظر آنے لگے ہیں اور مسلمان ملکوں میں عیسائی آبادی کا تناسب بڑھانے کے لئے زبردست کوششیں ہورہی ہیں، عالمی طاقتیں مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو بغاوت اور علیحدگی پراکسارہی ہیں جیسا کہ انڈونیشیا اور سوڈان میں ہوا، عیسائی مشنریوں کو یورپین ممالک کا بھرپور تعاون و حمایت اور سرپرستی حاصل ہے، عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بھی ایک بڑا خطرہ ہیں، اس کا مقابلہ صرف اسلام کی دعوت کی کوششوں سے کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے شعور عام کرنے کی ضرورت ہے اور جدید وسائل اختیار کرتے ہوئے تعلیم وتربیت اور دعوت واصلاح کے کاز کو فعال اور موثر بنانا ضروری ہے۔

آج مسلمانوں کو ہر موقع پر مجرم گردانا جارہا ہی، ان کو دہشت گرد، انتہا پسند، امن دشمن کہا جارہا ہے، دنیا کے کسی بھی حصہ میں پیش آنے والے دہشت گردی کے واقعہ کو آسانی کے ساتھ مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایسی صورت حال پیدا کردی گئی ہے کہ ہر جگہ مسلمان مشتبہ سمجھا جاتا ہے، لوگ اس سے خوف وڈر محسوس کرتے ہیں، لندن سے شائع ہونے والا مجلّہ ''دی اکنامسٹ'' نے لکھا ہے کہ: ''ہمارے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ دشمن ہماری صفوں میں درآیا ہے، خارجی دشمن کا مقابلہ کرنا تو آسان ہے، لیکن اندر چھپے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا دشوار ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسیوں کے لئے خطرہ ہیں، اس وجہ سے مسلمانوں کے درمیان رہنے والوں کو ان سے ڈرتے اور ہوشیار رہنا چاہئے۔''

یہی بات امریکا میں ری پبلکن پارٹی کی جانب سے صدارتی نامزدگی کی دوڑ میں شامل ڈونالڈ ٹرمپ کہہ رہے ہیں کہ مسلم اکثریتی آبادی والے علاقوں کی سخت نگرانی کی جائے کیونکہ یہ ملک کے لئے خطرہ ہیں۔

مسلمانوں کے تعلق سے یہ سلبی ومنفی تصور میڈیا کی دین ہے، جس نے یہ پروپیگنڈا کررکھا ہے کہ: ''صرف اور صرف اسلام ہی دہشت گردی کا سرچشمہ ومنبع ہے'' یہ موجودہ صورت حال جنگ سے زیادہ خطرناک ہے۔

موجودہ حالات کا مقابلہ اور اصلاح کے لئے سنجیدہ، مثبت اور ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے، حالیہ برسوں میں بعض حلقوں کی طرف سے بدگمانی، غلط فہمی، خوف ودہشت اور شک وشبہ کے ماحول کو ختم کرنے کے لئے بین المذاہب مذاکرات کا دور شروع کیا گیا ہے، اس مہم کا مقصد، مسلمانوں کے تعلق سے جو سلبی ومنفی رائے قائم کی جارہی ہے، اس کا ازالہ بتایا گیا ہے، یہ ایک مثبت کوشش ہے، لیکن عالمی طاقتیں جانبدارانہ کارروائیاں کررہی ہیں بلکہ موجودہ سپر پاور کی تمام تر کارروائیوں کا ہدف اسلام اور مسلمان ہیں جب کہ دنیا کے مختلف خطوں میں جو دہشت گرد اور انتہا پسند تنظیمیں اور ادارے پھیلے ہوئے ہیں، ان سے سپر پاور نہ صرف یہ کہ صرف نظر کرتا ہے بلکہ ان کی سرپرستی کرتا ہے، اسی طرح عالمی میڈیا اور ذرائع نشر واشاعت مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت پیدا کرنے والا لٹریچر شائع کررہے ہیں اور مسلم دشمنی پر مبنی کتابیں اور مضامین شائع کیے جارہے ہیں، اگر یہ معاندانہ رویہ ترک نہیں کیا گیا اور اس کو روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تو اس سمت میں بظاہر مثبت دکھائی دینے والا اٹھایا گیا کوئی قدم ایک سراب ثابت ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان باہمی اعتماد اور مفاہمت پیدا کرنے کے لئے کوششیں کی جائیں، اس سلسلے میں ادبا، مفکرین، دانشور اور صحافی اور میڈیا سے وابستہ افراد اچھا کردار ادا کرسکتے ہیں، اس کے لئے تعمیری ومثبت اور منصفانہ ذہنیت کے حامل میڈیا کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں مسلمانوں کی ذمہ داری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ مجرم گردانے جارہے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ علم وفن کے ذریعہ، میڈیا کے ذریعہ اور جامع مذاکرات، مثبت ڈائیلاگ اور شخصی و انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ غلط فہمیوں کو دور کریں اور اسلامی تعلیمات کی صحیح تصویر پیش کریں، اسی کے ساتھ ساتھ مخالفانہ ومعاندانہ کارروائیوں پر ردعمل کے اظہار سے گریز کریں اور اشتعال انگیزی کا جواب اشتعال انگیزی سے نہ دیں، کیونکہ یہ طریقہ حالات کو مزید ابتر بنادے گا، ان کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے اور غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے علمی، فنی، ثقافتی اور اجتماعی کوششیں کرنی چاہئیں اور مخالفانہ حلقوں تک رسائی اور تفہیم کے لئے مواقع تلاش کرنے چاہئیں۔

موجودہ صورت حال میں اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمان ہوش مندی، دانش مندی اور صحیح فہم وفراست کا ثبوت دیتے ہوئے حالات کا جائزہ لیں اور سازشوں اور خطرات سے باخبر رہیں اور چیلنجوں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے حکمت عملی پر مبنی مناسب اور صحیح حکمت عملی اپنائیں اور فکر وفن زبان وادب، تہذیب وثقافت اور تفریحی پروگراموں کے راستہ سے جو حملے ہورہے ہیں، ان ہی ذرائع سے اس کا مقابلہ کیا جائے کیونکہ مدافعت کی حکمت یہی ہے کہ وہ ہتھیار اختیار کیا جائے جو دشمن اختیار کرتا ہو۔ فرمان الٰہی ہے:

”وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○“ (الانفال:۶۰)

ترجمہ: ”اور ان سے مقابلہ کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے سامان درست رکھو، قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جن کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی کہ تم انہیں نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دے گا اور تمہارے لئے ذرا بھی کمی نہ ہوگی اور اگر صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بے شک وہ خوب سننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے۔“

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں ضروری ہے کہ ان ذرائع و وسائل نیز اس حکمت عملی سے واقفیت پیدا کی جائے جو دشمن اختیار کرتا ہے، مسلمانوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ موجودہ دور کے خطرات اور چیلنجز کے لئے ایسے وسائل اختیار کرتے ہیں جن کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور جو آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکے ہیں، جب مسلمان نئے چیلنجوں اور خطرات کی حقیقت و نوعیت سے واقف ہو جائیں گے اور اس کے لئے صحیح اور مناسب وسائل اختیار کریں گے تو کامیاب و کامران ہوں گے اور تمام خطرات و چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ☆☆☆

بقیہ: خانہ ساز نبوت کے راہی

امام دین گجراتی قادیانی:

معروف مزاحیہ شاعر امام دین گجراتی، قادیانی مذہب سے تعلق رکھتا تھا، وہ گجرات میں مونسپلٹی کا ملازم تھا، وہ اپنے نام کے ساتھ خود ساختہ ڈگریاں لکھتا تھا، مثلاً بی اے (بانی ادب)، ایل ایل ڈی (لایعنی اور لاثانی ڈگری یافتہ) ایم اے (موجد ادب) اے ایس ایس (افسر شعرو شاعری)۔ وہ ہر قسم کے علم و ادب سے ناواقف تھا، اس نے مرزا قادیانی کی ساری کتابیں پڑھ رکھی تھیں جس کی جھلک اس کی تحریروں میں نمایاں نظر آتی ہے۔ بعد ازاں اس نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا جس پر خود قادیانیوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد بددل ہو کر تائب ہو گیا، لیکن ڈھٹائی کی انتہا دیکھئے کہ پھر واپس قادیانی مذہب پر مزید پکا ہو گیا۔ جس طرح مرزا قادیانی پنجابی نما اردو لکھتا تھا، بالکل امام دین گجراتی اس کا بروز لگتا ہے، وہ اپنی شاعری میں بھی گالیاں لکھتا ہے، کبھی اپنی شیخیاں بگھارتا ہے۔ اس نے علامہ اقبالؒ کے مقابلہ میں اپنے دیوان کا نام ”بانگ دہل بمقابلہ بانگ درا“ رکھا۔ بانگ دہل کے موجودہ ایڈیشن میں متنازعہ، فحش اور جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کی تعریف میں کہے گئے تمام اشعار حذف کر دیئے گئے ہیں۔ اس نے اپنی ہر نظم میں لفظوں کا ستیاناس کیا اور معروف عروضی اصولوں کو پامال کیا۔ بقول شخصے: ”اگر وہ صحیح اور صاف وشستہ اردو لکھتا تو مرزائیت سے خارج ہو جاتا۔“ (ماخوذ قادیانیت اسلام کے نام پر دھوکا، ص: ۶۷۰ تا ۶۸۹)

مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے مریدوں نے اس حقیقت کو جانتے ہوئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ختم ہو چکا ہے، اس کے باوجود مرزا قادیانی نے خود اپنے لئے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا اور بعد میں مرزا قادیانی کے مرید بھی اس جھوٹی دعویٰ نبوت کی نحوست میں ملوث ہوئے، جبکہ مرزا قادیانی خود اس بات کا اقراری رہا ہے کہ:

”اور اللہ کو شایان شان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے، اور نہ یہ شایان شان ہے کہ سلسلۂ نبوت کو دوبارہ از سر نو شروع کر دے بعد اس کے کہ اسے قطع کر چکا ہو۔“

(آئینہ کمالات انسان، ص: ۳۷۷، از مرزا غلام احمد قادیانی)

وما توفیق الا باللہ

دہشت گردی اور عقیدتوں کا مرکز

مولانا محمد حنیف جالندھری

’’مدینہ منورہ‘‘ پورے عالم اسلام کی محبتوں اور عقیدوں کا محور و مرکز ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے حرم ہونے کا اعلان کیا تھا اور میں مدینہ منورہ کے حرم قرار دیے جانے کا اعلان کرتا ہوں۔ مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان پورا رقبہ حرم (واجب الاحترام) ہے۔ اس رقبے میں نہ خون ریزی کی جائے، نہ کسی کے خلاف ہتھیار اٹھایا جائے، جانوروں کے چارے کی ضرورت کے علاوہ درختوں کے پتے بھی نہ جھاڑے جائیں۔ اسی طرح دیگر روایات میں بھی مدینہ منورہ کی اہمیت اور فضیلت وارد ہوئی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ’’مارز الایمان‘‘ قرار دیا۔

احادیث کے مطابق فتنوں اور قرب قیامت کے دور میں ایمان سکڑ کر مدینہ منورہ میں جمع ہو جائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ جب دجال کا خروج ہوگا اور وہ تخت وتاراج کرتا ہوا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پہنچے گا تو وہ ان دونوں مقدس شہروں میں داخل نہیں ہو پائے گا بلکہ ان کے داخلی دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم کے خوف میں مبتلا کیا اسے اللہ خوف میں مبتلا کریں گے اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور ایمان والوں کی لعنت ہوگی اور اس کا کوئی عمل بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوگا خواہ فرض ہو یا نفل۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص میرے اور میرے شہر والوں سے بُرائی کا ارادہ کرے اسے جلد ہلاک کر دے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے گویا مجھے ڈرایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کی محبت بھی ہمارے دلوں میں ڈال دے یا اس سے بھی زیادہ محبت پیدا فرما۔

مدینہ منورہ کو تاریخ اسلام میں ہمیشہ ہی تقدس حاصل رہا، چنانچہ مدینہ منورہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے بعد سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت اور بلوائیوں کی شرپسندی کی صورت حال پیش آئی تو اسے مدینہ منورہ کی حرمت و تقدس کے منافی خیال کرتے ہوئے سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اسلامی ریاست کا دارالحکومت مدینہ منورہ سے کوفہ (عراق) منتقل فرما دیا تاکہ دوبارہ کسی موقع پر شہر میں کسی قسم کی کشمکش یا خانہ جنگی کی نوبت نہ آئے، چنانچہ مجموعی طور پر مدینہ منورہ امن وسلامتی کا مرکز رہا۔

آج ہماری زندگیوں میں یہ کیسا سیاہ ترین دردناک ترین اور المناک ترین مرحلہ آن پہنچا کہ گزشتہ برس بھی مکہ مکرمہ میں حج کے دوران حرم مکی کی بے حرمتی اور وہاں شرپسندی کا افسوس ناک واقعہ پیش آیا اور اب ماہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ کو ہدف بنایا گیا۔ مدینہ منورہ میں دہشت گردی کے المناک سانحہ کی خبر سن کر انسان کی روح تک کانپ اٹھتی ہے کہ کیا حالات اس نتیجے تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے مرکز عقیدت ومحبت پر ہونے والا یہ حملہ صرف مدینہ منورہ پر حملہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے دل پر، ہر مسلمان کے ایمان اور عقیدے پر حملہ ہے اور ہر مسلمان کو اس دکھ درد کو محسوس کرنا چاہئے اور اس نازک ترین موڑ پر حکمرانوں، علماء کرام اور عوام الناس کو سر جوڑ کر بیٹھ جانا چاہئے اور اس وقت حرمین شریفین کو جو خطرات لاحق ہو چکے ہیں، پوری سنجیدگی سے ان کے تدارک کی منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

ہماری دانست میں سعودی عرب کی موجودہ حکومت نے اپنے تمام اداروں میں حرمین شریفین کی خدمت، حرمین شریفین میں امن وامان کے قیام اور زائرین، معتمرین اور حجاج کرام کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچانے کے سلسلے میں جو گرانقدر خدمات سرانجام دیں وہ بلاشبہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، شاہ عبدالعزیز مرحوم سے لے کر شاہ سلمان تک آل سعود کو حرمین شریفین کی خدمت کی جو سعادت حاصل ہوئی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے دشمنان اسلام، منافقین اور سازشی عناصر نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ جب تک موجودہ سعودی حکومت کو عدم استحکام سے دوچار نہیں کر دیا جاتا، اس وقت تک حرمین شریفین کی مرکزیت اور حرمت پر کسی قسم کا حرف آنا ممکن نہیں، اس لئے ایسے عناصر کچھ عرصے سے بہت سے خوشنما نعروں کی آڑ میں سعودی حکومت کو عدم استحکام سے دوچار کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اس لئے ہماری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس وقت حرمین شریفین اور موجودہ سعودی حکومت کے تحفظ کے لئے کردار ادا کرنا چاہئے۔

عالم اسلام میں حرمین شریفین کا تقدس اور تحفظ ہر مسلمان حکومت کا استحکام باہم لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہم حرمین شریفین کے تحفظ کا خواب دیکھتے ہیں، اگر ہم حرمین شریفین کو پُرامن اور محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تمام حکومتوں کی یکجہتی اور پُرامن ماحول میں عبادت اور نیک اعمال کرنے کا سلسلہ یونہی جاری رہے تو ہمیں محافظین وخدام حرم کے ہاتھ مضبوط کرنے ہوں گے۔

الحمدللہ! یہ امر اطمینان بخش ہے کہ مدینہ منورہ پر ہونے والے حالیہ حملے نے پورے عالم اسلام میں بیداری اور یکجہتی کی لہر پیدا کی ہے۔ سب لوگوں کو احساس ہوا کہ حالات کس ڈگر پر جارہے ہیں۔ بطورِ خاص پاکستان میں حکومت، عوام، عسکری اداروں، مذہبی جماعتوں اور علماء کرام کی طرف سے جس طرح حرمین شریفین اور ارضِ حرمین کے دفاع اور تحفظ کے عزم کا اظہار کیا گیا وہ قابلِ تحسین ہے، تاہم ان جذبات واحساسات کو اہمیت دینے کی، طویل المیعاد منصوبہ بندی اور دور اندیشی کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی امت کا حامی وناصر ہو۔

حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سماج میں باہمی اتحاد واتفاق کو فروغ دیں اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کریں۔ عالم اسلام میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے بیج بونے والے کب سے سرگرم عمل ہیں، شیعہ سنی اور دیگر حوالوں سے دوریوں اور نفرتوں کی خلیج آئے دن گہری کی جارہی ہے، ایران کو شہ دے دے کر اور عالم اسلام کی قیادت کے جھوٹے خواب دکھا کر توسیع پسندی اور دوسرے ممالک کے داخلی معاملات میں مداخلت کی راہ پر ڈال دیا گیا لیکن بدقسمتی سے دوسری طرف بالکل سکوت رہا، حیرت انگیز خاموشی بے حسی اور لاتعلقی.... نہ کوئی منصوبہ بنا، نہ کوئی سوچ بچار ہوئی، نہ کوئی حکمت عملی وضع ہوئی اور نہ ہی تیزی سے بدلتے حالات کو کنٹرول کرنے کی فکر پیدا ہوئی، لیکن اب دیر آید درست آید کے مصداق خادم الحرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے نہ صرف یہ کہ امت کو ایک لڑی میں پرو دیا، باہمی اتحاد و یکجہتی کا علم بلند کیا بلکہ اسلام دشمنوں اور حرمین شریفین پر غلط نگاہ رکھنے والوں کو آگے بڑھ کر روکنے کی جو کوشش کی اس کے دوررس اثرات مرتب ہوں گے۔

اس وقت عالم اسلام کے تمام حکمرانوں کو چاہئے کہ سعودی عرب کے ہاتھ مضبوط کریں، جبکہ علما فکری اور نظریاتی محاذ سنبھالیں اور نوجوانوں کو تجدد اور تشدد کے راستوں پر چل نکلنے سے روکیں تو ان شاء اللہ کل کا منظرنامہ آج سے مختلف ہوگا۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۲ر جولائی ۲۰۱۶ء)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

فیصل

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	[illegible]	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	تج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اکر	[illegible]	[illegible]	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
ورق نقرہ	گوند کیکر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	[illegible]	بہمن سفید	[illegible]	

33 اجزاء

معجون تسکین دل

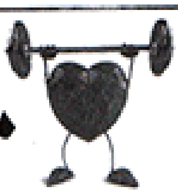

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیموں	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
[illegible]	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیصل FOODS ستاربلائیزڈی گراؤنڈ سپلائرز کالونی فیصل آباد

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُر شکوہ ماڈل
آیئے....اس زیر تعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجئے
0331-2012341, 0302-6961841